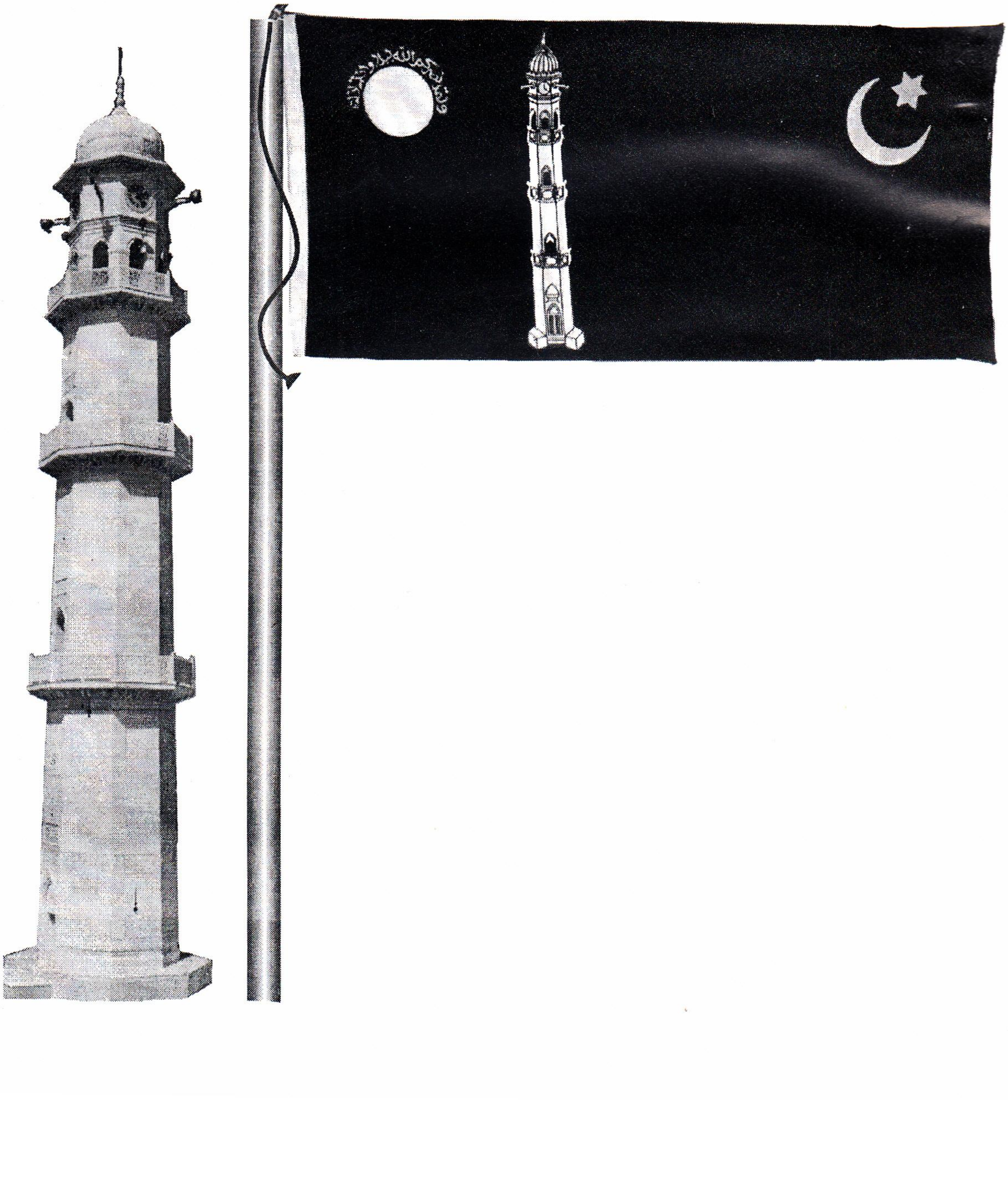
ماہنامہ

انصاراللہ

مارچ ۲۰۰۵ء

ایڈیٹر

سیّد مبشر احمد ایاز



اپنے گھروں کو بھی جنت نظیر بنائیں

حضرت امام جماعت احمدیہ الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

''پس آج ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں ہمارے اوپر بہت بڑھ کر یہ ذمہ داری ڈالی گئی ہے کہ اپنے اندر انقلابی تبدیلیاں پیدا کریں ۔ اپنے گھروں کو بھی جنت نظیر بنائیں، اپنے ماحول میں بھی ایسا تقویٰ قائم کریں جو اللہ تعالیٰ ہم سے توقع رکھتا ہے۔ اور ہم سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جو اس خدائی بشارت کو ہم سے دور کردے

پس ہم پر یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ دعاؤں پر بہت زور دیں کیونکہ .... کی حفاظت کی ذمہ داری سب سے بڑھ کر جماعت احمدیہ پر ہے۔ ہمارے پاس کوئی طاقت تو نہیں، کوئی نمونہ حکومت کا نہیں لیکن دعاؤں کے ذریعہ جس طرح حضرت مصلح موعود نے فرمایا کہ سب مراحل انشاء اللہ طے ہوں گے۔''

(خطبہ جمعہ ۱۶ر مئی ۲۰۰۳ء)

احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماہنامہ

انصاراللہ

ایڈیٹر: سیّد مبشر احمد ایاز

امان ۱۳۸۴ھش - مارچ ۲۰۰۵ء

جلد نمبر.............۵۷

شمارہ نمبر...........۳

فون نمبر:۲۱۲۹۸۲-۰۴۵۲۴ فیکس نمبر:۲۱۴۶۳۱-۰۴۵۲۴

ای میل: ansarullah60@yahoo.com

اس شمارہ میں

پبلشر: عبدالمنان کوثر

پرنٹر: سلطان احمد ڈوگر

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائنگ: انیس احمد

مقام اشاعت: دفتر انصاراللہ

دارالصدر جنوبی ربوہ (چناب نگر)

مطبع: ضیاء الاسلام پریس

شرح چندہ: (پاکستان)

سالانہ..........ایک سو روپیہ

قیمت فی پرچہ......۱۰ روپے

اداریہ

یہی ایک بات ہے جس کے لئے انسان آیا ہے.....

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:

''پس کس قدر ضرورت ہے کہ تم اس بات کو سمجھ لو کہ تمہارے پیدا کرنے سے خدا تعالیٰ کی غرض یہ ہے کہ تم اُس کی عبادت کرو اور اس کے لئے بن جاؤ۔ دُنیا تمہاری مقصود بالذات نہ ہو۔ مَیں اس لئے بار بار اس ایک امر کو بیان کرتا ہوں کہ میرے نزدیک یہی ایک بات ہے جس کے لئے انسان آیا ہے اور یہی بات ہے جس سے وہ دُور پڑا ہوا ہے۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ تم دُنیا کے کاروبار چھوڑ دو۔ بیوی بچوں سے الگ ہو کر کسی جنگل یا پہاڑ میں جا بیٹھو۔ ...... (دین حق) اس کو جائز نہیں رکھتا اور رہبانیت (دین حق) کا منشاء نہیں۔ (دین حق) تو انسان کو چُست اور ہوشیار اور مُستعد بنانا چاہتا ہے، اس لئے مَیں تو کہتا ہوں کہ تم اپنے کاروبار کو جدو جہد سے کرو۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ جس کے پاس زمین ہو اور وہ اس کا تردد نہ کرے، تو اس سے مواخذہ ہوگا۔ پس اگر کوئی اس سے یہ مُراد لے کہ دُنیا کے کاروبار سے الگ ہو جائے وُہ غلطی کرتا ہے۔ نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ سب کاروبار جو تم کرتے ہو۔ اس میں دیکھ لو کہ خدا تعالیٰ کی رضاء مقصود ہو اور اُس کے ارادہ سے باہر نکل کر اپنی اغراض و جذبات کو مقدّم نہ کرو۔

(ملفوظات جلد اول ص:۱۱۸)

امام الکلام۔کلام الامام

خود زمانہ نے مجھے بلایا ہے……

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:

’’اے بندگانِ خدا! آپ لوگ جانتے ہیں۔ کہ جب امساک باران ہوتا ہے۔ اور ایک مُدّت تک مینہ نہیں برستا۔ تو اس کا آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئیں بھی خشک ہونے شروع ہوجاتے ہیں۔ پس جس طرح جسمانی طور پر آسمانی پانی بھی زمین کے ہاتھوں میں جوش پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح رُوحانی طور پر جو آسمانی پانی ہے۔ یعنی خدا کی وحی۔ وُہی سفلی عقلوں کو تازگی بخشتا ہے۔ سو یہ زمانہ بھی اس رُوحانی پانی کا محتاج تھا۔

میں اپنے دعویٰ کی نسبت اِس قدر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں عین ضرورت کے وقت خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔……نہ صرف یہ کہ میں اس زمانہ کے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہوں۔ بلکہ خود زمانہ نے مجھے بلایا ہے۔‘‘

(روحانی خزائن جلد۲۳ص۴۸۶)

امام الکلام-کلام الامام

إلٰهي فَدَتکَ النفسُ اِنَّکَ جنَّتِي

وَ لَاتأ کلو لَحْمِي بِسَبٍّ وَغِيبَةٍ　　وَ لَحمِي بِوَجْهِ الحِبِّ سَمٌّ مُدَمِّرٌ

اور گالی اور غیبت کے ساتھ میرا گوشت مت کھاؤ اس دوست کے مُنہ کی قسم میرا گوشت ہلاک کرنے والا زہر ہے

يُصَدِّقُ اَمْرِي كُلُّ مَنْ كَانَ فِي السَّماء　　فَمَا أَنْتَ يَامسكِينُ اِن كنت تكفر

میری تصدیق تو تمام آسمان والے کرتے ہیں پس اے مسکین تو کیا چیز ہے اگر انکار کرے

اَذَا ماانقضٰی وَقْتِي فَلا وقت بعدهٗ　　لَدَينا مَعِينٌ لَايُحَاكِيه آخرُ

جب میرا وقت گزر جائے گا تو بعد اس کے کوئی وقت نہیں ہمارے پاس وہ صاف پانی ہے جو اس کی نظیر نہیں

وَخير خصالِ المرءِ خوفٌ و توبةٌ　　فُتوبوا اِلى الله الكريم و أَبْشِرُوا

اور بہترین خصلت انسان کی خوف اور توبہ ہے، پس خدا کی طرف توبہ کرو اور خوش ہو جاؤ

سَئِمنَا تكاليف التطاوُلِ من عَدا　　تَمادَت ليالی الجور ياربّي انصر

ہم نے ظلم کی تکلیفیں دشمنوں سے اٹھائیں اور ظلم کی راتیں لمبی ہو گئیں اے خدا مدد کر

إلٰهي فَدَتکَ النفس اِنکَ جنّتِي　　وَمَا اَنْ أرٰی خلدًا کمثلک يُثْمِر

اے خدا میری جان تیرے پر قربان تُو میری بہشت ہے اور میں نے کوئی ایسی بہشت نہیں دیکھی کہ تیرے جیسا پھل دے

اِلٰی أَيِّ بابٍ يَاالٰهي تَرُدُّنِي　　وَمَن جِئْتُهٗ بِالرفقِ يَزْرِ وَيَصْعر

اے میرے خدا تُو کس کے دروازہ کی طرف مجھے ردّ کرے گا اور میں جس کے پاس نرمی کے ساتھ جاؤں وہ بدگوئی کرتا ہے اور منہ پھیر لیتا ہے

وَاِنَّ ضِيائي يبلغ الأرضَ كُلَّها　　اتنكرها فاسمع و أني مذكّر

اور میری روشنی دنیا میں پھیل جائے گی کیا تُو انکار کرتا ہے پس سن رکھ اور میں یاد دلاتا ہوں

(اعجازِ احمدی - روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۵۷-۱۶۳)

امام الکلام - کلام الامام

امروز قوم من نہ شناسد مقام مَن

برمن چرا کشی تو چنین خنجر زباں ‏ ‏ از خود نیم ز قادرِ ذوالمجد اکبرم

مُجھ پر تُو اس طرح زبان کی چُھری کیوں چلاتا ہے میں خود نہیں آیا بلکہ خدا نے مجھے بھیجا ہے

ماموروم و مراچہ دریں کار اختیار ‏ ‏ رو ایں سخن بگو بخداوندِ آمرم

میں تو مامور ہوں مجھے اس کام میں کیا اختیار ہے جاوٴ! یہ بات میرے بھیجنے والے خدا سے پوچھو

اے آنکہ سوئے مَن بدویدی بصد تبر ‏ ‏ از باغباں بترس کہ من شاخِ مثمرم

اے وہ جو میری طرف سینکڑوں کلہاڑے لے کر دوڑا ہے اس باغباں سے ڈر کیونکہ میں ایک پھلدار شاخ ہوں

بد گفتنم زِ نوعِ عبادت شمردہ اند ‏ ‏ در چشم شاں پلید تر از ہر مزوّرم

ان لوگوں نے مجھے بُرا کہنا عبادت سمجھ رکھا ہے ان کی نظر میں مَیں ہر کذاب سے زیادہ پلید ہوں

اے دِل تو نیز خاطر اینان نگاہ دار ‏ ‏ کاخر کنند دعویِ حُبِّ پیمبرم

تاہم اے دِل تو ان لوگوں کا لحاظ رکھ کیونکہ آخر میرے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں

اے حسرت ایں گروہِ عزیزاں مراندید ‏ ‏ وقتے بہ بیندم کہ ازیں خاک بگذرم

افسوس ان پیاروں نے مجھے نہ پہچانا، یہ مجھے اس وقت جانیں گے جب میں اس دنیا سے گذر جاؤں گا

امروز قومِ من نہ شناسد مقام مَن ‏ ‏ روزے بگر یاد کند وقتِ خوشترم

آج میری قوم میرے مقام نہیں پہچانتی لیکن ایک دن آئے گا کہ وہ رورو کر میرے مبارک وقت کو یاد کرے گی

(انتخاب از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۸۰)

امام الکلام - کلام الامام

اِک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنا دیا

پَر وہ جو مجھ کو کاذب و مکّار کہتے ہیں — اور مفتری و کافر و بدکار کہتے ہیں

ان کیلئے تو بس ہے خدا کا یہی نشاں — یعنی وہ فضل اُس کے جو مجھ پر ہیں ہر زماں

دیکھو! خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا — گُم نام پا کے شہرۂ عالم بنا دیا

جو کچھ مری مُراد تھی سب کچھ دکھا دیا — میں اِک غریب تھا مجھے بے انتہاء دیا

دنیا کی نعمتوں سے کوئی بھی نہیں رہی — جو اس نے مجھ کو اپنی عنایات سے نہ دی

جو مفتری ہے اُس سے یہ کیوں اتحاد ہے — کس کو نظیر ایسی عنایت کی یاد ہے

اِک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنا دیا — میں خاک تھا اُسی نے ثریّا بنا دیا

میں تھا غریب، بے کس و گمنام و بے ہنر — کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

لوگوں کو اس طرف کی ذرا بھی خبر نہ تھی — میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ دی

اب دیکھتے ہو کیسا رجوعِ جہاں ہوا — اِک مرجعِ خواص یہی قادیاں ہوا

(براھین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ ص ۱۹)

خودنوشت سوانح

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف 'کتاب البریہ' میں اپنے سوانح تحریر فرمائے ہیں اس کا ایک حصہ پیش خدمت ہے۔

''اب میرے سوانح اس طرح پر ہیں کہ میرا نام غلام احمد میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضیٰ اور دادا صاحب کا نام عطا محمد اور میرے پردادا صاحب کا نام گل محمد تھا اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ہماری قوم مغل برلاس ہے اور میرے بزرگوں کے پرانے کاغذات سے جواب تک محفوظ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ملک میں سمرقند سے آئے تھے اور ان کے ساتھ قریباً دوسو آدمی ان کے توابع اور خدام اور اہل وعیال میں سے تھے اور وہ ایک معزز رئیس کی حیثیت سے اس ملک میں داخل ہوئے اور اس قصبہ کی جگہ میں جو اس وقت ایک جنگل پڑا ہوا تھا جو لاہور سے تخمیناً بفاصلہ پچاس کوس بگوشہ شمال مشرق واقع ہے فروکش ہو گئے جس کو انہوں نے آباد کر کے اس کا نام اسلام پور رکھا جو پیچھے سے اسلام پور قاضی ماجھی کے نام سے مشہور ہوا اور رفتہ رفتہ اسلام پور کا لفظ لوگوں کو بھول گیا اور قاضی ماجھی کی جگہ پر قاضی رہا اور پھر آخر قادی بنا اور پھر اس سے بگڑ کر قادیاں بن گیا۔ اور قاضی ماجھی کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ علاقہ جس کا طولانی حصہ قریباً ساٹھ کوس ہے ان دنوں میں سب کا سب ماجھہ کہلاتا تھا غالباً اس وجہ سے اس کا نام ماجھہ تھا کہ اس ملک میں بھینسیں بکثرت ہوتی تھیں۔ اور ماجھ زبان ہندی میں بھینس کو کہتے ہیں۔ اور چونکہ ہمارے بزرگوں کو علاوہ دیہات جاگیرداری کے اس تمام علاقہ کی حکومت بھی ملی تھی اس لئے قاضی کے نام سے مشہور ہوئے مجھے کچھ معلوم نہیں کہ کیوں اور کس وجہ سے ہمارے بزرگ سمرقند سے اس ملک میں آئے مگر کاغذات سے یہ پتہ ملتا ہے کہ اس ملک میں بھی وہ معزز امراء اور خاندان والیان ملک میں سے تھے۔ اور انہیں کسی قومی خصومت اور تفرقہ کی وجہ سے اس ملک کو چھوڑنا پڑا پھر اس ملک میں آکر بادشاہ وقت کی طرف سے بہت سے دیہات بطور جاگیر ان کو ملے۔ چنانچہ اس نواح میں ایک مستقل ریاست ان کی ہو گئی۔

قادیان کی عظمت: سکھوں کے ابتدائی زمانہ میں میرے پردادا صاحب میرزا گل محمد ایک نامور اور مشہور رئیس اس نواح کے تھے جن کے پاس اس وقت ۸۵ گاؤں تھے اور بہت سے گاؤں سکھوں کے متواتر حملوں کی وجہ سے ان کے قبضہ سے نکل گئے تاہم ان کی جوانمردی اور فیاضی کی یہ حالت تھی کہ اس قدر قلیل میں سے بھی کئی گاؤں انہوں نے مروت کے طور پر بعض تفرقہ زدہ مسلمان رئیسوں کو دے دیئے تھے جواب تک ان کے پاس ہیں۔ غرض وہ اس طوائف الملوکی کے زمانہ میں اپنے نواح میں ایک خودمختار رئیس تھے۔ ہمیشہ قریب پانسو آدمی کے یعنے کبھی کم اور کبھی زیادہ ان کے دسترخوان پر

روٹی کھاتے تھے۔ اور ایک سو کے قریب علماء اور صلحاء اور حافظ قرآن شریف کے ان کے پاس رہتے تھے۔ جن کے کافی وظیفے مقرر تھے اور ان کے دربار میں اکثر قال اللہ وقال الرسول کا ذکر بہت ہوتا تھا۔ اور تمام ملازمین اور متعلقین میں سے کوئی ایسا نہ تھا۔ جو تارک نماز ہو۔ یہاں تک کہ چکی پیسنے والی عورتیں بھی پنج وقتہ نماز اور تہجد پڑھتی تھیں۔ اور گردونواح کے معزز مسلمان جو اکثر افغان تھے قادیان کو جو اس وقت اسلام پور کہلاتا تھا مکہ کہتے تھے۔ کیونکہ اس پر آشوب زمانہ میں ہر ایک مسلمان کے لئے یہ قصبہ مبارکہ پناہ کی جگہ تھی۔ اور دوسری اکثر جگہ میں کفر اور فسق اور ظلم نظر آتا تھا اور قادیان میں....(دین حق) اور تقویٰ اور طہارت اور عدالت کی خوشبو آتی تھی۔ میں نے خود اس زمانہ سے قریب زمانہ پانے والوں کو دیکھا ہے کہ وہ اس قدر قادیان کی عمدہ حالت بیان کرتے تھے کہ گویا وہ اس زمانہ میں ایک باغ تھا۔ جس میں حامیان دین اور صلحاء اور علماء اور نہایت شریف اور جوانمرد آدمیوں کے صدہا پورے پائے جاتے تھے۔ اور اس نواح میں یہ واقعات نہایت مشہور ہیں کہ میرزا گل محمد صاحب مرحوم مشائخ وقت کے بزرگ لوگوں میں سے اور صاحب خوارق اور کرامات تھے۔ جن کی صحبت میں رہنے کے لئے بہت سے اہل اللہ اور صلحاء اور فضلاء قادیان میں جمع ہو گئے تھے۔ اور عجیب تر یہ کہ کئی کرامات ان کی ایسی مشہور ہیں جن کی نسبت ایک گروہ کثیر مخالفان دین کا بھی گواہی دیتا رہا ہے۔ غرض وہ علاوہ ریاست اور امارت کے اپنی دیانت اور تقویٰ اور مردانہ ہمت اور اولوالعزمی اور حمایت دین اور ہمدردی مسلمانوں کی صفت میں نہایت مشہور تھے اور ان کی مجلس میں بیٹھنے والے سب کے سب متقی اور نیک چلن اور اسلامی غیرت رکھنے والے اور فسق و فجور سے دور رہنے والے اور بہادر اور بارعب آدمی تھے۔

خاندان مغلیہ کا روشن چراغ: چنانچہ میں نے کئی دفعہ اپنے والد صاحب مرحوم سے سنا ہے کہ اس زمانہ میں ایک دفعہ ایک وزیر سلطنت مغلیہ کا قادیان میں آیا جو غیاث الدولہ کے نام سے مشہور تھا اور اس نے میرزا گل محمد صاحب کے مدبرانہ طریق اور بیدار مغزی اور ہمت اور اولوالعزمی اور استقلال اور عقل اور فہم اور حمایت اسلام اور جوش نصرت دین اور تقویٰ اور طہارت اور دربار کے وقار کو دیکھا اور ان کے اس مختصر دربار کو نہایت متین اور عقلمند اور نیک چلن اور بہادر مردوں سے پر پایا۔ تب وہ چشم پر آب ہو کر بولا کہ اگر مجھے پہلے خبر ہوتی کہ اس جنگل میں خاندان مغلیہ میں سے ایسا مرد موجود ہے جس میں صفات ضروریہ سلطنت کے پائے جاتے ہیں تو میں اسلامی سلطنت کے محفوظ رکھنے کے لئے کوشش کرتا کہ ایام کسل اور نالیاقتی اور بدوضعی ملوک چغتائیہ میں اسی کو تخت دہلی پر بٹھایا جائے۔

موت کو ترجیح دینا: اس جگہ اس بات کا لکھنا بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ میرے پردادا صاحب موصوف یعنی میرزا گل محمد نے ہچکی کی بیماری سے جس کے ساتھ اور عوارض بھی تھے وفات پائی تھی۔ بیماری کے غلبہ کے وقت اطباء نے اتفاق کر کے کہا کہ اس مرض کے لئے اگر چند روز شراب کو استعمال کرایا جائے تو غالباً اس سے فائدہ ہوگا مگر جرأت نہیں رکھتے تھے کہ

ان کی خدمت میں عرض کریں- آخر بعض نے ان میں سے ایک نرم تقریر میں عرض کر دیا- تب انہوں نے کہا کہ اگر خدا تعالیٰ کو شفا دینا منظور ہو تو اس کی پیدا کردہ اور بھی بہت سی دوائیں ہیں- میں نہیں چاہتا کہ اس پلید چیز کو استعمال کروں اور میں خدا کے قضاو قدر پر راضی ہوں- آخر چند روز کے بعد اسی مرض سے انتقال فرما گئے- موت تو مقدر تھی- مگر یہ ان کا طریق تقویٰ ہمیشہ کے لئے یادگار رہا کہ موت کو شراب پر اختیار کر لیا- موت سے بچنے کے لئے انسان کیا کچھ نہیں کرتا- لیکن انہوں نے معصیت کرنے سے موت کو بہتر سمجھا- افسوس ان بعض نوابوں اور امیروں اور رئیسوں کی حالت پر کہ اس چند روزہ زندگی میں اپنے خدا اور اس کے احکام سے بکلی لا پرواہ ہو کر اور خدا تعالیٰ سے سارے علاقے توڑ کر دل کھول کر ارتکاب معصیت کرتے ہیں اور شراب کو پانی کی طرح پیتے ہیں اور اس طرح اپنی زندگی کو نہایت پلید اور ناپاک کر کے اور عمر طبعی سے بھی محروم رہ کر اور بعض ہولناک عوارض میں مبتلا ہو کر جلد تر مر جاتے ہیں اور آئندہ نسلوں کے لئے نہایت خبیث نمونہ چھوڑ جاتے ہیں-

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب میرے پر دادا صاحب فوت ہوئے تو بجائے ان کے میرے دادا صاحب یعنی مرزا عطا محمد فرزند رشید ان کے گدی نشین ہوئے- ان کے وقت میں خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت سے لڑائی میں سکھ غالب آئے- دادا صاحب مرحوم نے اپنی ریاست کی حفاظت کے لئے بہت تدبیریں کیں مگر جب کہ قضاء و قدر ان کے ارادہ کے موافق نہ تھی اس لئے ناکام رہے اور کوئی تدبیر پیش نہ گئی- اور روز بروز سکھ لوگ ہماری ریاست کے دیہات پر قبضہ کرتے گئے یہاں تک کہ دادا صاحب مرحوم کے پاس صرف ایک قادیان رہ گئی اور قادیان اس وقت ایک قلعہ کی صورت پر قصبہ تھا اور اس کے چار برج تھے- اور برجوں میں فوج کے آدمی رہتے تھے اور چند توپیں تھیں اور فصیل بائیس فٹ کے قریب اونچی اور اس قدر چوڑی تھی کہ تین چھکڑے آسانی سے ایک دوسرے کے مقابل اس پر جا سکتے تھے- اور ایسا ہوا کہ ایک گروہ سکھوں کا جو رام گڑھیہ کہلاتا تھا- اول فریب کی راہ سے اجازت لے کر قادیان میں داخل ہوا اور پھر قبضہ کر لیا- اس وقت ہمارے بزرگوں پر بڑی تباہی آئی اور اسرائیلی قوم کی طرح وہ اسیروں کی مانند پکڑے گئے اور ان کے مال و متاع سب لوٹی گئی- کئی مسجدیں اور عمدہ عمدہ مکانات مسمار کئے گئے اور جہالت اور تعصب سے باغوں کو کاٹ دیا گیا اور بعض مسجدیں جن میں سے اب تک ایک مسجد سکھوں کے قبضہ میں ہے دھرم سالہ یعنے سکھوں کا معبد بنایا گیا- اس دن ہمارے بزرگوں کا ایک کتب خانہ بھی جلایا گیا جس میں سے پانسو نسخہ قرآن شریف کا قلمی تھا جو نہایت بے ادبی سے جلایا گیا اور آخر سکھوں نے کچھ سوچ کر ہمارے بزرگوں کو نکل جانے کا حکم دیا- چنانچہ تمام مرد و زن چھکڑوں میں بٹھا کر نکالے گئے اور وہ پنجاب کی ایک ریاست میں پناہ گزین ہوئے- تھوڑے عرصہ کے بعد ان ہی دشمنوں کے منصوبے سے میرے دادا صاحب کو زہر دی گئی- پھر رنجیت سنگھ کی سلطنت کے آخری زمانہ میں میرے والد صاحب مرحوم مرزا غلام مرتضیٰ قادیاں میں

واپس آئے اور مرزا صاحب موصوف کو اپنے والد صاحب کے دیہات میں سے پانچ گاؤں واپس ملے کیونکہ اس عرصہ میں رنجیت سنگھ نے دوسری اکثر چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو دبا کر ایک بڑی ریاست اپنی بنالی تھی۔ سو ہمارے تمام دیہات بھی رنجیت سنگھ کے قبضہ میں آ گئے تھے اور لاہور سے لے کر پشاور تک اور دوسری طرف لودھیانہ تک اس کی ملک داری کا سلسلہ پھیل گیا تھا۔ غرض ہماری پرانی ریاست خاک میں مل کر آخر پانچ گاؤں ہاتھ میں رہ گئے۔ پھر بھی بلحاظ پرانے خاندان کے میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ اس نواح میں ایک مشہور رئیس تھے۔ گورنر جنرل کے دربار میں بزمرہ کرسی نشین رئیسوں کے ہمیشہ بلائے جاتے تھے۔ ۱۸۵۷ء میں انہوں نے سرکار انگریزی کی خدمت گذاری میں پچاس گھوڑے معہ پچاس سواروں کے اپنی گرہ سے خرید کر دیئے تھے اور آئندہ گورنمنٹ کو اس قسم کی مدد کا عندالضرورت وعدہ بھی دیا۔ اور سرکار انگریزی کے حکام وقت سے بجلدوے خدمات عمدہ عمدہ چٹھیات خوشنودی مزاج ان کو ملی تھیں۔ چنانچہ سرلیپل گریفن صاحب نے بھی اپنی کتاب تاریخ رئیسان پنجاب میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ غرض وہ حکام کی نظر میں بہت ہردلعزیز تھے۔ اور بسا اوقات ان کی دلجوئی کے لئے حکام وقت ڈپٹی کمشنر کمشنران کے مکان پر آکر ان کی ملاقات کرتے تھے۔ یہ مختصر میرے خاندان کا حال ہے میں ضروری نہیں دیکھتا کہ اس کو بہت طول دوں۔

اب میرے ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ہے اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترھویں برس میں تھا۔ اور ابھی ریش و بروت کا آغاز نہیں تھا۔ میری پیدائش سے پہلے میرے والد صاحب نے بڑے بڑے مصائب دیکھے۔ ایک دفعہ ہندوستان کا پیادہ پا سیر بھی کیا۔ لیکن میری پیدائش کے دنوں میں ان کی تنگی کا زمانہ فراخی کی طرف بدل گیا تھا۔ اور یہ خدا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ میں نے انکے مصائب کے زمانہ سے کچھ بھی حصہ نہیں لیا۔ اور نہ اپنے دوسرے بزرگوں کی ریاست اور ملک داری سے کچھ حصہ پایا بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح جن کے ہاتھ میں صرف نام کی شہزادگی بوجہ داؤد کی نسل سے ہونے کی تھی اور ملک داری کے اسباب سب کچھ کھو بیٹھے تھے ایسا ہی میرے لئے بھی بگفتن یہ بات حاصل ہے کہ ایسے رئیسوں اور ملک داروں کی اولاد میں سے ہوں۔ شاید یہ اس لئے ہوا کہ یہ مشابہت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پوری ہو۔ اگرچہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ میرے لئے سر رکھنے کی جگہ نہیں مگر تاہم میں جانتا ہوں کہ وہ تمام صف ہمارے اجداد کی ریاست اور ملک داری کی لپیٹی گئی اور وہ سلسلہ ہمارے وقت میں آکر بالکل ختم ہو گیا اور ایسا ہوا تاکہ خدا تعالیٰ نیا سلسلہ قائم کرے جیسا کہ براہین احمدیہ میں اس سبحانہ کی طرف سے یہ الہام ہے **سبحان اللہ تبارک و تعالی زاد مجدک ینقطع آباءک و یبدء منک** یعنے خدا جو بہت برکتوں والا اور بلند اور پاک ہے اس نے تیری بزرگی کو تیرے خاندان کی نسبت زیادہ کیا۔ اب سے تیرے آبا کا ذکر قطع کیا جائے گا اور خدا تجھ سے شروع کرے گا۔ اور ایسا ہی اس نے مجھے

بشارت دی کہ ''میں تجھے برکت دوں گا اور بہت برکت دوں گا- یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے''-

ابتدائی تعلیم اور کثرت مطالعہ: پھر میں پہلے سلسلہ کی طرف عود کر کے لکھتا ہوں کہ بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی کہ جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلم میرے لے ءنوکر رکھا گیا- جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا- اور جب میری عمر تقریباً دس برس کے ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کے لئے مقرر کئے گئے جن کا نام فضل احمد تھا- میں خیال کرتا ہوں کہ چونکہ میری تعلیم خداتعالیٰ کے فضل کی ایک ابتدائی تخم ریزی تھی اس لئے ان استادوں کے نام کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا- مولوی صاحب موصوف جو ایک دیندار اور بزرگوار آدمی تھے- وہ بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے رہے اور میں نے صرف کی بعض باتیں اور کچھ قواعد نحو ان سے پڑھے اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا- ان کا نام گل علی شاہ تھا- ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا- اور ان آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خداتعالیٰ نے چاہا حاصل کیا اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں اور وہ فن طبابت میں بڑے حاذق طبیب تھے اور ان دنوں میں مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ گویا میں دنیا میں نہ تھا- میرے والد صاحب مجھے بار بار یہی ہدایت کرتے تھے کہ کتابوں کا مطالعہ کم کرنا چاہئے- کیونکہ وہ نہایت ہمدردی سے ڈرتے تھے کہ صحت میں فرق نہ آوے اور نیز ان کا یہ بھی مطلب تھا کہ میں اس شغل سے الگ ہو کر ان کے غموم وہموم میں شریک ہو جاؤں- آخر ایسا ہی ہوا-

بَرّاً بالوالدین: میرے والد صاحب اپنے بعض آباء اجداد کے دیہات کو دوبارہ لینے کے لئے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے- انہوں نے ان ہی مقدمات میں مجھے بھی لگایا اور ایک زمانہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا مجھے افسوس ہے کہ بہت سا وقت عزیز میرا ان بیہودہ جھگڑوں میں ضائع گیا اور اس کے ساتھ ہی والد صاحب موصوف نے زمینداری امور کی نگرانی میں مجھے لگا دیا- میں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہیں تھا اس لئے اکثر والد صاحب کی ناراضگی کا نشانہ رہتا رہا- ان کی ہمدردی اور مہربانی میرے پر نہایت درجہ پر تھی مگر وہ چاہتے تھے کہ دنیاداروں کی طرح مجھے رو بخلق بنادیں اور میری طبیعت اس طریق سے سخت بیزار تھی- ایک مرتبہ ایک صاحب کمشنر نے قادیان میں آنا چاہا- میرے والد صاحب نے بار بار مجھ کو کہا کہ ان کی پیشوائی کے لئے دو تین کوس جانا چاہئے- مگر میری طبیعت نے نہایت کراہت کی- اور میں بیمار بھی تھا- اس لئے نہ جا سکا پس یہ امر بھی ان کی ناراضگی کا موجب ہوا اور وہ چاہتے تھے کہ میں دنیوی امور میں ہر دم غرق رہوں جو مجھ سے نہیں ہو سکتا تھا- مگر تاہم میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے نیک نیتی سے نہ دنیا کے لئے بلکہ محض ثواب اطاعت حاصل کرنے کے لئے اپنے والد صاحب کی خدمت میں اپنے تئیں محو کر دیا تھا- اور ان

کے لئے دعا میں بھی مشغول رہتا تھا- اور وہ مجھے دلی یقین سے بر بالوالدین جانتے تھے اور بسا اوقات کہا کرتے تھے کہ میں صرف ترحم کے طور پر اپنے اس بیٹے کو دنیا کے امور کی طرف توجہ دلاتا ہوں ورنہ میں جانتا ہوں کہ جس طرف اس کی توجہ ہے یعنی دین کی طرف صحیح اور سچ بات یہی ہے- ہم تو اپنی عمر ضائع کر رہے ہیں-

ملازمت کا تجربہ اور مشاہدات: ایسا ہی ان کے زیر سایہ ہونے کے ایام میں چند سال تک میری عمر کراہت طبع کے ساتھ انگریزی ملازمت میں بسر ہوئی- آخر چونکہ میرا جدا رہنا میرے والد صاحب پر بہت گراں تھا اس لئے ان کے حکم سے جو عین میری منشاء کے موافق تھا- میں نے استعفا دیکر اپنے تئیں اس نوکری سے جو میری طبیعت کے مخالف تھی سبکدوش کر دیا اور پھر والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گیا- اس تجربہ سے مجھے معلوم ہوا کہ اکثر نوکری پیشہ نہایت گندی زندگی بسر کرتے ہیں- ان میں سے بہت کم ایسے ہوں گے جو پورے طور پر صوم وصلوٰۃ کے پابند ہوں اور جو ان ناجائز حظوظ سے اپنے تئیں بچاسکیں جو ابتلاء کے طور پر ان کو پیش آتے رہتے ہیں- میں ہمیشہ ان کے منہ دیکھ کر حیران رہا اور اکثر کو ایسا پایا کہ ان کی تمام دلی خاہشیں مال ومتاع تک خواہ حلال کی وجہ سے ہو یا حرام کے ذریعہ سے محدود تھیں- اور بہتوں کی دن رات کی کوششیں صرف اسی مختصر زندگی کی دنیوی ترقی کے لئے مصروف پائیں- میں نے ملازمت پیشہ لوگوں کی جماعت میں بہت کم ایسے لوگ پائے کہ جو محض خدا تعالیٰ کی عظمت کو یاد کر کے اخلاق فاضلہ حلم اور کرم اور عفت اور تواضع اور انکسار اور خاکساری اور ہمدردی مخلوق اور پاک باطنی اور اکل حلال اور صدق مقال اور پرہیز گاری کی صفت اپنے اندر رکھتے ہوں- بلکہ بہتوں کو تکبر اور بدچلنی اور لاپروائی دین اور طرح طرح کے اخلاق رذیلہ میں شیطان کے بھائی پایا- اور چونکہ خدا تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ ہر ایک قسم اور ہر ایک نوع کے انسانوں کا مجھے تجربہ حاصل ہو- اس لئے ہر ایک صحبت میں مجھے رہنا پڑا- اور بقول صاحب مثنوی رومی وہ تمام ایام سخت کراہت اور درد کے ساتھ میں نے بسر کئے-

من بہر جمیعتے نالاں شدم جفت خوشحالاں و بدحالاں شدم
ہر کسے از ظن خود شد یار من وز درون من نجست اسرار من

حضرت والد صاحب مرحوم کی خدمت میں پھر حاضر ہوا تو بدستور ان ہی زمینداری کے کاموں میں مصروف ہو گیا- مگر اکثر حصہ وقت کا قرآن شریف کے تدبر اور تفسیروں اور حدیثوں کے دیکھنے میں صرف ہوتا تھا- اور بسا اوقات حضرت والد صاحب کو وہ کتابیں سنایا بھی کرتا تھا- اور میرے والد صاحب اپنی ناکامیوں کی وجہ سے اکثر مغموم اور مہموم رہتے تھے- انہوں نے پیروی مقدمات میں ستر ہزار روپیہ کے قریب خرچ کیا تھا جس کا انجام آخر ناکامی تھی- کیونکہ ہمارے بزرگوں کے دیہات مدت سے ہمارے قبضہ سے نکل چکے تھے- اور ان کا واپس آنا ایک خیال خام تھا- اسی نامرادی کی وجہ سے حضرت والد صاحب مرحوم ایک نہایت عمیق گرداب غم اور حزن اور اضطراب میں زندگی بسر کرتے تھے-

اور مجھے ان حالات کو دیکھ کر ایک پاک تبدیلی پیدا کرنے کا موقعہ حاصل ہوتا تھا- کیونکہ حضرت والد صاحب کی تلخ زندگی کا نقشہ مجھے اس بے لوث زندگی کا سبق دیتا تھا جو دنیوی کدورتوں سے پاک ہے- اگرچہ حضرت مرزا صاحب کے چند دیہات ملکیت باقی تھے اور سرکار انگریزی کی طرف سے کچھ انعام بھی سالانہ مقرر تھا اور ایام ملازمت کی پنشن بھی تھی- مگر جو کچھ وہ دیکھ چکے تھے اس لحاظ سے وہ سب کچھ ہیچ تھا- اسی وجہ سے وہ ہمیشہ مغموم اور محزون رہتے تھے- اور بارہا کہتے تھے کہ جس قدر میں نے اس پلید دنیا کے لئے سعی کی ہے' اگر میں وہ سعی دین کیلئے کرتا تو شاید آج قطب وقت یا غوث وقت ہوتا- اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے عمر بگذشت ونماند ست جز ایامے چند- بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند اور میں نے کئی دفعہ دیکھا کہ وہ ایک اپنا بنایا ہوا شعر رقت کے ساتھ پڑھتے تھے اور وہ یہ ہے-

از در تو اے کس ہر بیکسے نیست امیدم کہ روم نا امید

اور کبھی درد دل سے یہ شعر اپنا پڑھا کرتے تھے-

بہ آب دیدۂ عشاق وخاکپائے کسے مرادلے ست کہ درخوں تپد بجائے کسے

حضرت عزت جلشانہ کے سامنے خالی ہاتھ جانے کی حسرت روز بروز آخری عمر میں ان پر غلبہ کرتی گئی تھی- بارہا افسوس سے کہا کرتے تھے کہ دنیا کے بیہودہ خرخشوں کیلئے میں نے اپنی عمر ناحق ضائع کر دی- ایک مرتبہ حضرت والد صاحب نے یہ خواب بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ایک بڑی شان کے ساتھ میرے مکان کی طرف چلے آتے ہیں جیسا کہ ایک عظیم الشان بادشاہ آتا ہے- تو میں اس وقت آپ کی طرف پیشوائی کے لئے دوڑا- جب قریب پہنچا تو میں نے سوچا کہ کچھ نذر پیش کرنی چاہئے- یہ کہہ کر جیب میں ہاتھ ڈالا جس میں صرف ایک روپیہ تھا- اور جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی کھوٹا ہے- یہ دیکھ کر میں چشم پرآب ہوگیا اور پھر آنکھ کھل گئی- اور پھر آپ ہی تعبیر فرمانے لگے کہ دنیاداری کے ساتھ خدا اور رسول کی محبت ایک کھوٹے روپیہ کی طرح ہے- اور فرمایا کرتے تھے- کہ میری طرح میرے والد صاحب کا بھی آخر حصہ زندگی کا مصیبت اور غم اور حزن میں ہی گذرا اور جہاں ہاتھ ڈالا آخر ناکامی تھی اور اپنے والد صاحب یعنے میرے پردادا صاحب کا ایک شعر بھی سنایا کرتے تھے جس کا ایک مصرع راقم کو بھول گیا ہے اور دوسرا یہ ہے کہ

جب تدبیر کرتا ہوں تو پھر تقدیر ہنستی ہے

اور یہ غم اور درد ان کا پیرانہ سالی میں بہت بڑھ گیا تھا- اسی خیال سے قریباً چھ ماہ پہلے حضرت والد صاح نے اس قصبہ کے وسط میں ایک بیت تعمیر کی کہ جو اس جگہ کی جامع بیت ہے- اور وصیت کی کہ بیت کے ایک گوشہ میں میری قبر ہو- تا خدائے عزوجل کا نام میرے کان میں پڑتا رہے- کیا عجب کہ یہی ذریعہ مغفرت ہو- چنانچہ جس دن بیت کی عمارت بہمہ وجوہ مکمل ہوگئی اور شاید فرش کی چند اینٹیں باقی تھیں کہ حضرت والد صاحب صرف چند روز بیمار رہ کر مرض پیچش سے فوت ہوگئے اور

اس بیت کے اسی گوشہ میں جہاں انہوں نے کھڑے ہو کر نشان کیا تھا دفن کئے گئے۔

اللھم ارحمہ و ادخلہ الجنہ۔ آمین قریباً اسی ۸۰ یا پچاسی ۸۵ برس کے عمر پائی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعزیت: ان کی یہ حسرت کی باتیں کہ میں نے کیوں دنیا کے لئے وقت عزیز کھویا اب تک میرے دل پر دردناک اثر ڈال رہی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو دنیا کا طالب ہوگا۔ آخر اس حسرت کو ساتھ لے جائے گا۔ جس نے سمجھنا ہو سمجھے۔ میری عمر قریباً چونتیس یا پینتیس برس کے ہوگی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا۔ مجھے ایک خواب میں بتلایا گیا تھا کہ اب ان کے انتقال کا وقت قریب ہے۔ میں اس وقت لاہور میں تھا جب مجھے یہ خواب آیا تھا۔ تب میں جلدی سے قادیاں پہنچا اور ان کو مرض زحیر میں مبتلا پایا۔ لیکن یہ امید ہرگز نہ تھی کہ وہ دوسرے دن میرے آنے سے فوت ہو جائیں گے۔ کیونکہ مرض کی شدت کم ہوگئی تھی اور وہ بڑے استقلال سے بیٹھے رہتے تھے۔ دوسرے دن شدت دوپہر کے وقت ہم سب عزیز ان کی خدمت میں حاضر تھے کہ مرزا صاحب نے مہربانی سے مجھے فرمایا کہ اس وقت تم ذرہ آرام کرلو۔ کیونکہ جون کا مہینہ تھا۔ اور گرمی سخت پڑتی تھی۔ میں آرام کے لئے ایک چوبارہ میں چلا گیا اور ایک نوکر پیر دبانے لگا کہ اتنے میں تھوڑی سی غنودگی ہو کر مجھے الہام ہوا والسماء والطارق یعنے قسم ہے آسمان کی جو قضاء وقدر کا مبدء ہے اور قسم ہے اس حادثہ کی جو آج آفتاب کے غروب کے بعد نازل ہوگا۔ اور مجھے سمجھایا گیا کہ یہ الہام بطور عزا پرسی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور حادثہ یہ ہے کہ آج ہی تمہارا والد آفتاب کے غروب کے بعد فوت ہو جائے گا۔ سبحان اللہ کیا شان خداوند عظیم ہے کہ ایک شخص جو اپنی عمر ضائع ہونے پر حسرت کرتا ہوا فوت ہوا ہے اس کی وفات کو عزا پرسی کے طور پر بیان فرماتا ہے۔ اس بات سے اکثر لوگ تعجب کریں گے کہ خدا تعالیٰ کی عزا پرسی کیا معنے رکھتی ہے مگر یاد رہے کہ حضرت عزت جلشانہ جب کسی کو نظر رحمت سے دیکھتا ہے تو ایک دوست کی طرح ایسے معاملات اس سے کرتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کا ہنسنا بھی جو حدیثوں میں آیا ہے ان ہی معنوں کے لحاظ سے ہے۔

سلسلہ مکالمہ مخاطبہ: اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب مجھے حضرت والد صاحب مرحوم کی وفات کی نسبت اللہ جلشانہ کی طرف سے یہ الہام ہوا جو میں نے ابھی ذکر کیا ہے تو بشریت کی وجہ سے مجھے خیال آیا کہ بعض وجوہ آمدن حضرت والد صاحب کی زندگی سے وابستہ ہیں پھر نہ معلوم کیا کیا ابتلا ہمیں پیش آئے گا۔ تب اسی وقت یہ دوسرا الہام ہوا الیس اللہ بکاف عبدہ یعنے کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں ہے اور اس الہام نے عجیب سکینت اور اطمینان بخشا اور فولادی میخ کی طرح میرے دل میں دھنس گیا۔ پس مجھے اس خدائے عزوجل کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے اپنے اس مبشرانہ الہام کو ایسے طور سے مجھے سچا کر کے دکھلایا کہ میرے خیال اور گمان میں بھی نہ تھا۔ میرا وہ ایسا متکفل ہوا کہ کبھی کسی کا باپ ہرگز ایسا متکفل نہیں ہوگا۔ میرے پر اس کے وہ متواتر احسان ہوئے کہ بالکل محال ہے کہ میں انکار کرسکوں۔ اور میرے والد صاحب اسی دن بعد غروب آفتاب فوت ہوگئے۔ یہ ایک پہلا دن تھا جو میں نے بذریعہ خدا کے الہام کے ایسا

رحمت کا نشان دیکھا۔ جس کی نسبت میں خیال نہیں کرسکتا کہ میری زندگی میں کبھی منقطع ہو۔ میں نے اس الہام کو ان ہی دنوں میں ایک نگینہ میں کھدوا کر اس کی انگشتری بنائی جو بڑی حفاظت سے ابتک رکھی ہوئی ہے۔ غرض میری زندگی قریب قریب چالیس برس کے زیر سایہ والد بزرگوار کے گذری۔ ایک طرف ان کا دنیا سے اٹھایا جانا تھا اور ایک طرف بڑے زور شور سے سلسلہ مکالمات الٰہیہ کا مجھ سے شروع ہوا۔ میں کچھ بیان نہیں کرسکتا۔ کہ کونسا عمل تھا جس کی وجہ سے یہ عنایت الٰہی شامل حال ہوئی۔ صرف اپنے اندر یہ احساس کرتا ہوں کہ فطرتاً میرے دل کو خدا تعالیٰ کی طرف وفاداری کے ساتھ ایک کشش ہے جو کسی چیز کے روکنے سے رک نہیں سکتی۔ سو یہ اسی کی عنایت ہے۔ میں نے کبھی ریاضات شاقہ بھی نہیں کیں اور نہ زمانہ حال کے بعض صوفیوں کی طرح مجاہدات شدیدہ میں اپنے نفس کو ڈالا اور گوشہ گزینی کے التزام سے کوئی چلہ کشی کی اور نہ خلاف سنت کوئی ایسا عمل رہبانیت کیا جس پر خدا تعالیٰ کے کلام کو اعتراض ہو۔ بلکہ میں ہمیشہ ایسے فقیروں اور بدعت شعار لوگوں سے بیزار رہا جو انواع اقسام کے بدعات میں مبتلا ہیں۔ ہاں حضرت والد صاحب کے زمانہ میں ہی جبکہ ان کا زمانہ وفات بہت نزدیک تھا۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک بزرگ معمر پاک صورت مجھ کو خواب میں دکھائی دیا اور اس نے یہ ذکر کرکے کہ کسی قدر روزے انوار سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سنت خاندان نبوت ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ میں اس سنت اہل بیت رسالت کو بجالاؤں۔ سو میں نے کچھ مدت تک التزام صوم کو مناسب سمجھا مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ اس امر کو مخفی طور پر بجالانا بہتر ہے۔ پس میں نے یہ طریق اختیار کیا کہ گھر سے مردانہ نشست گاہ میں اپنا کھانا منگواتا اور پھر وہ کھانا پوشیدہ طور پر بعض یتیم بچوں کو جن کو میں نے پہلے سے تجویز کرکے وقت پر حاضری کے لئے تاکید کر دی تھی۔ دے دیتا تھا اور اس طرح تمام دن روزہ میں گذارتا اور بجز خدا تعالیٰ کے ان روزوں کی کسی کو خبر نہ تھی۔ پھر دو تین ہفتہ کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ ایسے روزوں سے جو ایک وقت میں پیٹ بھر کر روٹی کھالیتا ہوں۔ مجھے کچھ بھی تکلیف نہیں بہتر ہے کہ کسی قدر کھانے کو کم کروں۔ سو میں اس روز سے کھانے کو کم کرتا گیا۔ یہاں تک کہ میں تمام دن رات میں صرف ایک روٹی پر کفایت کرتا تھا اور اسی طرح میں کھانے کو کم کرتا گیا۔ یہاں تک کہ شاید صرف چند تولہ روٹی میں سے آٹھ پہر کے بعد میری غذا تھی۔ غالباً آٹھ یا نو ماہ تک میں نے ایسا ہی کیا اور باوجود اس قدر قلت غذا کے کہ دو تین ماہ کا بچہ بھی اس پر صبر نہیں کرسکتا۔ خدا تعالیٰ نے مجھے ہر ایک بلا اور آفت سے محفوظ رکھا۔ اور اس قسم کے روزہ کے عجائبات میں سے جو میرے تجربہ میں آئے۔

مکاشفات: وہ لطیف مکاشفات ہیں جو اس زمانہ میں میرے پر کھلے۔ چنانچہ بعض گذشتہ نبیوں کی ملاقاتیں ہوئیں اور جو اعلیٰ طبقہ کے اولیاء اس امت میں گذر چکے ہیں۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ ..... جن کا ذکر کرنا موجب تطویل ہے۔ اور علاوہ اس کے انوار روحانی تمثیلی طور پر برنگ ستون سبز و سرخ ایسے دلکش دلستان طور پر نظر آتے تھے جن کا بیان کرنا بالکل طاقت تحریر سے باہر ہے۔ وہ نورانی ستون جو سید ھے آسمان کی طرف گئے ہوئے تھے جن میں سے بعض سبز اور بعض سرخ تھے۔ ان کو دل سے ایسا تعلق تھا کہ ان کو دیکھ کر دل کو نہایت سرور پہنچتا تھا اور دنیا میں کوئی بھی ایسی لذت نہیں ہوگی جیسا کہ ان کو

دیکھ کر دل اور روح کو لذت آتی تھی- میرے خیال میں ہے کہ وہ ستون خدا اور بندہ کی محبت کی ترکیب سے ایک تمثیلی صورت میں ظاہر کئے گئے تھے یعنی وہ ایک نور تھا جو دل سے نکلا اور دوسرا وہ نور تھا جو اوپر سے نازل ہوا اور دونوں کے ملنے سے ایک ستون کی صورت پیدا ہوگئی- یہ روحانی امور ہیں کہ دنیا انکو نہیں پہچان سکتی کیونکہ وہ دنیا کی آنکھوں سے بہت دور ہیں لیکن دنیا میں ایسے بھی ہیں جن کو ان امور سے خبر ملتی ہے-

غرض اس مدت تک روزہ رکھنے سے جو میرے پر عجائبات ظاہر ہوئے وہ انواع اقسام کے مکاشفات تھے- ایک اور فائدہ مجھے یہ حاصل ہوا کہ میں نے ان مجاہدات کے بعد اپنے نفس کو ایسا پایا کہ میں وقت ضرورت فاقہ کشی پر زیادہ سے زیادہ صبر کرسکتا ہوں- میں نے کئی دفعہ خیال کیا کہ اگر ایک موٹا آدمی جو علاوہ فربہی کے پہلوان بھی ہو- میرے ساتھ فاقہ کشی کے لئے مجبور کیا جائے تو قبل اس کے کہ مجھے کھانے کیلئے کچھ اضطرار ہو- وہ فوت ہوجائے- اس سے مجھے یہ بھی ثبوت ملا کہ انسان کسی حد تک فاقہ کشی میں ترقی کرسکتا ہے اور جب تک کسی کا جسم ایسا سختی کش نہ ہوجائے میرا یقین یہ کہ ایسا تنعم پسند روحانی منازل کے لائق نہیں ہوسکتا- لیکن میں ہر ایک کو یہ صلاح نہیں دیتا کہ ایسا کرے اور نہ میں نے اپنی مرضی سے ایسا کیا- میں نے کئی جاہل درویش ایسے بھی دیکھے ہیں جنہوں نے شدید ریاضتیں اختیار کیں اور آخر یبوست دماغ سے وہ مجنون ہوگئے اور بقیہ عمر ان کی دیوانہ پن میں گذری یا دوسرے امراض سل اور دق وغیرہ میں مبتلا ہوگئے- انسانوں کے دماغی قویٰ ایک طرز کے نہیں ہیں- پس ایسے اشخاص جن کے فطرتاً قویٰ ضعیف ہیں ان کو کسی قسم کا جسمانی مجاہدہ موافق نہیں پڑسکتا اور جلد تر کسی خطرناک بیماری میں پڑ جاتے ہیں- سو بہتر ہے کہ انسان اپنی نفس کی تجویز سے اپنے تئیں مجاہدہ شدیدہ میں نہ ڈالے اور دین العجائز اختیار رکھے-......

ماموریت: اور پھر جب تیرہویں صدی کا اخیر ہوا اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا- تو خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھے خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدد ہے-.....اور یہ الہام براہین احمدیہ میں چھپ چکا ہے جو انہی دنوں میں جس کو آج اٹھارہ سال کا عرصہ ہوا ہے- میں نے تالیف کرکے شائع کی تھی- اس کتاب کے الہامات پر نظر غور ڈالنے سے ہر ایک کو معلوم ہوجائے گا کہ خدا نے کیوں اور کس غرض سے مجھے اس خدمت پر مامور کیا- اور کیا حالت موجودہ زمانہ کی اور صدی کا سر اس بات کو چاہتا تھا یا نہیں کہ کوئی شخص ایسے غربت [دین] کے زمانہ اور کثرت بدعات اور سخت بارش بیرونی حملوں کے دنوں میں خدا تعالیٰ کی طرف سے تائید اور تجدید دین کیلئے آوے-

مخالفت اور جماعت کی ترقی: اور اس جگہ یہ بات بھی ذکر کرنے کے لائق ہے کہ براہین احمدیہ کے زمانہ تک اس ملک کے اکثر علماء میرے دعویٰ مجدد ہونے کی تصدیق کرتے تھے اور کم سے کم یہ کہ نہایت حسن ظن سے میرے الہامات پر

بڑے بڑے سخت متعصبوں کو بھی کوئی جرح نہ تھی- اور اکثر ان میں سے بڑی خوشی سے کہتے تھے کہ خدا نے ... چودھویں صدی کو مبارک کیا کہ اپنی طرف سے ایک مجدد بھیجا اور بعض نے ان میں سے نہایت اخلاص سے براہین احمدیہ کا ریویو بھی لکھا اور اس میں اس قدر میری تعریف کی کہ جس قدر ایک انسان کسی کامل درجہ کے راستباز اور پاک باطن اور خدارسیدہ اور ہمدرد (دین) کی تعریف کرسکتا ہے- حالانکہ اس مولوی صاحب کو یہ بھی معلوم تھا کہ براہین احمدیہ میں وہ الہام بھی ہیں جن میں خداتعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ اور مسیح موعود رکھا ہے-غرض اس وقت تک کہ تصریح کے ساتھ میری طرف سے دعوی مسیح موعود ہونے کا نہیں ہوا تھا اور صرف مجدد چودھویں صدی ہونا عام لوگوں میں مشہور تھا- کوئی بڑی مخالفت علماء کی طرف سے نہیں ہوئی- بلکہ اکثر ان مین مصدق اور مطیع رہے- مگر اس دعویٰ مسیحیت کے وقت میں عجب طور کا شور علماء میں پھیلا- اور ان میں سے اکثر لوگوں نے انواع اقسام کی خیانت سے عوام کو دھوکہ دیا اور بعض نے ان میں سے میری تکفیر کے بارے میں استفتاء طیار کیا....اور تعجب کہ مسیح موعود ہونے کے دعوے میں کوئی ایسی نئی بات نہیں تھی کہ جو براہین احمدیہ میں اس وقت سے اٹھارہ برس پہلے درج نہیں ہو چکی تھی- اور اگرچہ ہمارا گروہ ابھی بکثرت دنیا میں نہیں پھیلا- لیکن پشاور سے لیکر بمبئی اور کلکتہ اور حیدرآباد دکن اور بعض دیار عرب تک ہمارے پیرو دنیا میں پھیل گئے- پہلے یہ گروہ پنجاب مین بڑھتا پھولتا گیا اور اب میں دیکھتا ہوں کہ ہندوستان کے اکثر حصوں میں ترقی کر رہا ہے- ہمارے گروہ میں عوام کم اور خواص زیادہ ہیں- اس گروہ میں بہت سے سرکار انگریزی کے ذی عزت عہدہ دار ہیں- جو ڈپٹی کلکٹر اور اکسٹرا اسسٹنٹ اور تحصیلدار وغیرہ معزز عہدوں والے آدمی ہیں- ایسا ہی پنجاب اور ہندوستان کے کئی رئیس اور جاگیردار اور اکثر تعلیم یافتہ ایف اے- بی اے- اور ایم اے اور بڑے بڑے تاجر اس جماعت میں داخل ہیں- غرض ایسے لوگ جو عقل اور علم اور عزت اور اقبال رکھتے تھے یا بڑے بڑے عہدوں پر سرکار انگریزی کی طرف سے مامور تھے یا رئیس اور جاگیردار اور تعلقہ دار اور نوابوں کی اولاد تھے اور یا ہندوستان کے قطبوں اور غوثوں کی نسل تھے جن کے بزرگوں کو لاکھوں انسان اعلیٰ درجہ کے ولی اور قطب وقت سمجھتے تھے- وہ لوگ اس جماعت میں داخل ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں- غرض اللہ تعالیٰ کے فضل اور قدرت نے مولویوں کو ان کے ارادوں سے نامراد رکھ کر ہماری جماعت کو فوق العادت ترقی دی ہے اور دے رہا ہے- وہ لوگ جو درحقیقت پارساطبع اور خداترس اور نوع انسان سے ہمدردی کرنیوالے اور دین کی ترقی کے لئے بدل و جان کوشش کرنیوالے اور خداتعالیٰ کی عظمت کو دل میں بٹھانیوالے اور عقلمند اور ذی فہم اور اولوالعزم اور خدا اور رسول سے سچی محبت رکھنے والے ہیں وہ اس جماعت میں بکثرت پائے جائیں گے- میں دیکھتا ہوں کہ خداوند کریم اس بات کا ارادہ کر رہا ہے کہ اس جماعت کو بڑھاوے اور برکت دے اور زمین کے کناروں تک سعادت مند انسانوں کو کھینچ کر اس میں داخل کرے-

(کتاب البریہ روحانی خزائن جلد ۱۳ ص: ۱۶۲-۲۰۵ حاشیہ)

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کا عہد سعید ماموریت سے بیعت تک

از قلم مکرم فخر الحق شمس صاحب

۱۸۸۲ء ماموریت کا پہلا سال: ۱۸۸۲ء کے آغاز میں سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کو بیت اقصیٰ میں کشفاً دکھایا گیا کہ ''ایک باغ لگایا جا رہا ہے اور میں اس کا مالی مقرر ہوا ہوں'' یہ دراصل آپ کو ماموریت کی پہلی خوشخبری تھی اس کے بعد آپ پر الہام الٰہی کے دروازے کھول دیئے گئے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ماموریت کا پہلا اور تاریخی الہام نازل کیا گیا جو ۷ فقرات پر مشتمل تھا۔ جس کے ابتدائی کلمات کا ترجمہ یہ ہے، اے احمد! خدا نے تجھ میں برکت رکھ دی ہے، جو کچھ تو نے چلایا وہ تو نے نہیں بلکہ خدا نے چلایا۔ خدا نے تجھے قرآن سکھایا تا اُن لوگوں کو تو ڈرائے جن کے باپ دادا کو انذار نہیں کیا گیا اور تا خدا کی محبت پوری ہو۔ (براہین احمدیہ حصہ سوم)

ماموریت کا پہلا الہام جماعت احمدیہ کے قیام میں سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے حقیقی منصب کی نشاندہی کر دی گئی تھی۔

اس زمانے میں قادیان ایک گمنام گاؤں تھا۔ حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی جب ۱۸۸۲ء میں قادیان گئے تو یہ بستی ویران پڑی تھی جس کے بازار خالی پڑے تھے اور بہت کم آدمی چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔ آپ لکھتے ہیں مجھے خوب یاد ہے کہ اس وقت دو چار نمازی آپؑ کے ساتھ ہوتے تھے اکثر حضرت اقدس نماز پڑھایا کرتے تھے اور کبھی میں ایک ہی مقتدی ہوتا تھا اور آپ امام اور کبھی میں امام اور آپ مقتدی۔ سیر کا بھی یہی حال تھا کہ کبھی ایک دو آدمی ساتھ ہوتے تھے کبھی آپ اکیلے ہی تشریف لے جاتے تھے۔ (الحکم ۳۰ اپریل ۱۹۰۲ء)

۱۸۸۰ء تک حضرت مسیح موعودؑ حد درجہ پردہ گمنامی میں تھے اور آپ کا حلقہ احباب نہایت محدود تھا ۱۸۸۰ء میں آپ کی پہلی تصنیف براہین احمدیہ معرض ظہور میں آئی اور آپ کا نام ملک ہند میں گونجنے لگا۔ ۱۸۸۲ء میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دی کہ لوگ دور دور سے تیرے پاس آئیں گے اور تیری مدد کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جن کو آسمانی تحریک ہوگی۔ (براہین احمدیہ حصہ سوم)

اس خدائی خبر کے بعد ملک میں یکا یک ایک جنبش پیدا ہوئی اور لوگ آہستہ آہستہ آپ کی زیارت کے لئے

قادیان کی طرف آنے شروع ہو گئے۔ ابتدا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والے حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی سرساوی اور حضرت منشی عبداللہ سنوری تھے۔ جو ۱۸۸۲ء میں حضور کی زیارت سے فیضیاب ہوئے۔ اور پھر آنے والوں میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ ۱۸۸۵ء میں حضرت مولانا نورالدین شاہی طبیب جیسی برگزیدہ ہستی جموں سے دیوانہ وار قادیان پہنچی۔

۱۸۸۳ء ماموریت کا دوسرا سال قادیان میں بیت اقصیٰ کی موجودگی میں کسی اور بیت الذکر کی بظاہر ضرورت نہیں تھی۔ مگر چونکہ حضرت مسیح موعودؑ معمورالاوقات انسان تھے اور مستقبل قریب میں آپ کے سپرد تحریک احمدیت کی قیادت ہونے والی تھی اور آپ کے ہاتھوں دین حق کی تائید میں عالمگیر قلمی جنگ کے آغاز کا زمانہ قریب آچکا تھا اس لئے حضور کو پیش آنے والی وسیع علمی وروحانی سرگرمیوں کے لئے ایک ایسی بیت الذکر کی ضرورت تھی جو آپ کے تاریخی رہائش گاہ کے پہلو ہی میں موجود ہوتا کہ تصنیف وتالیف کی مصروفیات کے دوران ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر نمازوں کا التزام ہو سکے۔ بیت المبارک کا سنگ بنیاد ۱۸۸۲ء میں، بعض روایات کے مطابق ۱۸۸۳ء میں رکھا گیا۔ بیت مبارک کی کی ابتدائی عمارت ۲۴ سال تک قائم رہی اور پھر ۱۹۰۷ء میں حضرت میر ناصر نواب صاحب کی نگرانی میں جنوبی طرف پہلی مرتبہ توسیع کی گئی۔

حضرت مسیح موعودؑ کی شفیق والدہ آپ سے ۱۸ اپریل ۱۸۶۸ء کو اور والد بزگوار ۲ جون ۱۸۷۶ء کو جدا ہو چکے تھے۔ اب ۱۸۸۳ء میں آپ کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب بھی رحلت فرما گئے۔ ماموریت کا وہ منصب جو حضرت مسیح موعودؑ کو ۱۸۸۲ء میں عطا ہوا تھا اس کے متعلق بعض مزید تفصیلات اس سال آپ پر ظاہر کر دی گئیں حضرت مسیح موعودؑ کو ابتدا ہی سے دعوت الی اللہ کا ایک پر جوش اور بے پناہ جذبہ عطا ہوا تھا اور آپ غیر مذاہب کے سربرآوردہ رہنماؤں کو دین حق کا پیغام پہنچانا اور ان کی ملحدانہ تعلیمات وعقائد کا رد کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے تھے۔

۱۸۸۴ء ماموریت کا تیسرا سال: براہین احمدیہ کی اشاعت نے یوں تو ملک بھر میں ایک تہلکہ مچا دیا تھا مگر لدھیانہ کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ یہاں حضرت اقدس کے عقیدتمندوں کی ایک جماعت قائم ہوگئی تھی۔ جس میں حضرت صوفی احمد جان صاحب اور قاضی خواجہ علی صاحب جیسے بہت سے نفوس شامل تھے۔ یہ بزرگ آپ کے حلقہ ارادت میں آنے کے بعد ہزار جان سے یہ چاہتے تھے کہ حضرت اقدس ان کے ہاں لدھیانہ تشریف لائیں اور حضور نے ان کی خواہش کو از راہ شفقت منظور فرماتے ہوئے وعدہ بھی کر لیا۔ چنانچہ ۱۸۸۴ء کو پہلی سہ ماہی میں اپنے تین خدام حافظ حامد علی صاحب، مولوی جان محمد صاحب اور لالہ ملاوامل صاحب کی رفاقت میں لدھیانہ تشریف لائے۔ لدھیانہ کے گردونواح سے بڑی کثرت سے لوگ حاضر ہوتے تھے۔ علماء اور رؤسا کا تو ایک تانتا بندھا رہتا تھا۔ حضرت صوفی احمد جان صاحب

ایک بڑی جماعت کے روحانی پیشوا تھے لیکن وہ حضرت اقدس کی مجلس میں نہایت اخلاص وارادت کے ساتھ دوزانو ہو کر باادب بیٹھتے اور عقیدت مند مریدوں کی طرح آپ کے کلمات طیبات سنتے اور فیض اُٹھاتے ۔ یہی حال پیر سراج الحق نعمانی کا تھا۔ حضرت کی مجلس میں ہر قسم کے دینی مسائل کا تذکرہ ہوتا تھا اور حضور بڑی دیر تک حقائق اور مصارف کے خزانے لٹاتے اور لوگ مالا مال ہوتے تھے۔ قیام لدھیانہ کے دوران حضرت اقدسؑ اپنے معمول کے مطابق اکثر سیر کو بھی تشریف لے جاتے تھے۔ غرض حضرت مسیح موعودؑ تین چار روز تک علم وعرفان کی بارش برساتے اور اہل لدھیانہ کی روحانی تشنگی بجھاتے ہوئے واپس قادیان تشریف لے گئے۔

حضرت اقدس ۱۴ راکتوبر ۱۸۸۴ء کو میر عباس علی صاحب کی عیادت کے لئے دوبارہ لدھیانہ تشریف لے گئے۔ اسی طرح حضور نے اس سال مالیر کوٹلہ، انبالہ، پٹیالہ وسنور کا بھی سفر اختیار فرمایا۔ نومبر ۱۸۸۴ء کو حضرت مسیح موعودؑ کی شادی خانہ آبادی حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہ (اماں جان) کے ساتھ ہوئی۔ اور مبشر اولاد کی خوشخبری دی گئی۔

۱۸۸۵ء ماموریت کا چوتھا سال: مارچ ۱۸۸۵ء میں آپ نے مذاہب عالم کے سر برآوردہ لیڈروں اور مقتدر رہنماؤں کو الٰہی بشارتوں کے تحت نشان نمائی کی عالمگیر دعوت دی کہ اگر وہ طالب صادق بن کر آپ کے پاس ایک سال تک قیام کریں تو وہ ضرور اپنی آنکھوں سے دین حق کے چمکتے ہوئے نشان مشاہدہ کرلیں گے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اس دعوت کی عالمگیر اشاعت کے لئے خدائی تحریک کے مطابق خاص اہتمام فرمایا۔ چنانچہ حضرت اقدس نے بیس ہزار کی تعداد میں اردو انگریزی اشتہارات شائع کئے۔ اور ایشیا، یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے پادریوں، لیڈروں، فرمانرواؤں، مہاراجوں، عالموں، پنڈتوں، مدبروں، مصنفوں اور نوابوں کو باقاعدہ رجسٹری کر کے بھجوائے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی اس دعوت پر مذہب عالم میں سے کسی کو میدان مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

۱۸۸۵ء کے اوائل میں حضرت صوفی احمد جان صاحب سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی اجازت سے جب سفر حج پر روانہ ہونے لگے تو حضرت اقدس نے اپنے قلم سے انہیں ایک دردانگیز دعا تحریر فرمائی۔ حضرت صوفی احمد جان صاحب زیارت کعبہ اور حج بیت اللہ شریف کی برکات سے فیضیاب ہو کر وسط دسمبر ۱۸۸۵ء میں لدھیانہ پہنچے اور یکایک سخت بیمار ہو گئے چنانچہ ابھی تیرہ دن ہی واپسی پر گزرے تھے کہ ۲۷ دسمبر ۱۸۸۵ء کو پیغام اجل آ گیا اور آپ کو لدھیانہ کے قبرستان گور غریباں میں دفن کیا گیا۔ تھوڑا عرصہ بعد حضرت اقدس صاحب بنفس نفیس تعزیت کے لئے لدھیانہ تشرف لے گئے۔

۱۰ رجولائی ۱۸۸۵ء کو حضرت مسیح موعودؑ کو سرخی کے کشفی چھینٹوں کا حیرت انگیز نشان پیش آیا۔ اس نشان کے چشم دید گواہ حضرت مسیح موعودؑ کے جلیل القدر رفیق حضرت منشی عبداللہ سنوری تھے۔

۱۸۸۶ء ماموریت کا پانچواں سال : یہ سال تاریخ احمدیت میں ایک نہایت درجہ امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس میں حضرت مسیح موعودؑ کو دین حق کے شرف اور آنحضرت ﷺ کی صداقت وعظمت کے اظہار کے لئے ایک پسر موعود کی عظیم الشان خبر دی گئی۔ حضور کو الہاماً بتایا گیا کہ آپ کی عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی۔ حضور دریائے بیاس کے راستے ۲۲ رجنوری ۱۸۸۶ء کو ہوشیار پور تشریف لے گئے اور چلہ کشی کے نتیجے میں مصلح موعود اور جماعت کے شاندار مستقبل کے متعلق بھاری بشارتیں پانے کے بعد ۱۷ مارچ ۱۸۸۶ء کو بانیل مرام واپس قادیان پہنچے۔

حضرت اقدس کی طرف سے پسر موعود سے متعلق یہ پیشگوئی شائع ہوئی تو ملک میں ایک شور برپا ہو گیا آپ کے عقیدت مند نہایت بے تابی سے آنے والے مصلح موعود کا انتظار کرنے لگے اور مخالفین ''نشان رحمت'' کی تضحیک کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ پنڈت لیکھرام نے اپنے اشتہاروں میں لکھا تھا کہ تین سال تک آپ کی ذرّیت منقطع ہو جائے گی لیکن خدائے قادر وذوالجلال کی تقدیر خاص کے تحت ۱۲ جنوری ۱۸۸۸ء کو وہ مصلح موعود پیدا ہو گیا اور جن کے پیدا ہوتے ہی حضور نے ایک اشتہار کے ذریعہ اہل عالم کو اطلاع دی۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود کے سفر ہوشیار پور میں چلہ کشی اور پیشگوئی پسر موعود کے بعد دوسرا اہم واقعہ مباحثہ مرلی دھر ہے۔ حضرت اقدس نے یہ مباحثہ چند ماہ بعد ہی ستمبر ۱۸۸۶ء میں سرمہ چشم آریہ کے نام سے شائع فرمادیا۔

۱۸۸۷ء ماموریت کا چھٹا سال : آریہ سماج نے براہین احمدیہ اور سرمہ چشم آریہ کی اشاعت کے بعد حق و صداقت کی تاب نہ لاکر حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف ملک میں مخالفت کی ایک آگ لگادی۔ حضرت مسیح موعود نے ان کی جارحانہ سرگرمیوں کو بے نقاب کرنے کیلئے قلم اٹھایا اور چار پانچ گھنٹہ میں شحنۂ حق جیسی بلند پایہ کتاب تصنیف کر دی۔ جس نے آریہ سماج کے عقائد کا قلع قمع کر دیا۔

جون ۱۸۸۷ء میں حضرت مسیح موعودؑ حضرت اماں جان کی والدہ ماجدہ کی شدید بیماری کی خبر سن کر بغرض عیادت انبالہ چھاؤنی تشریف لے گئے۔ قادیان سے انبالہ جاتے ہوئے حضور اہل وعیال سمیت مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مکان پر ایک رات ٹھہرے تھے اور مولوی صاحب نے حضرت اقدس کی پُر تکلف دعوت بھی کی ۔

۱۸۸۸ء ماموریت کا ساتواں سال : ۱۸ مئی ۱۸۸۸ء کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ بشیر اوّل کے علاج معالجہ کے سلسلہ میں بٹالہ میں نبی بخش صاحب ذیلدار کے مکان پر فروکش تھے کہ عیسائیوں کی طرف سے ایک پادری فتح مسیح نامی حضور کی قیام گاہ پر آیا اور ایک مجلس میں جس میں پچاس سے زائد افراد جمع تھے، حضرت اقدس سے مخاطب ہو کر دعویٰ کیا کہ جیسے آپ اس بات کے مدعی ہیں کہ میری اکثر دعائیں جناب الٰہی میں بپایہ قبولیت پہنچ کر ان کی قبولیت کی اللہ تعالیٰ بذریعہ

الہام اطلاع دیتا ہے یہی مرتبہ ملہم ہونے کا مجھ کو بھی حاصل ہے اور خدا تعالیٰ مجھ سے بھی ہمکلام ہو کر اور میری دعائیں قبول کر کے مجھ کو اطلاع دے دیتا ہے۔ اس لئے میں آپ سے آپ کی پیشگوئیوں میں مقابلہ کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت اقدس نے پادری فتح مسیح کی یہ دعوت فوراً منظور فرمالی لیکن بعد میں صاف مکرتے ہوئے کہہ دیا کہ اصل بات یہ ہے کہ میری طرف سے دعویٰ الہام نہیں ہے۔ پادری صاحب اس شرمناک دروغ گوئی اور کذب طرازی پر سخت معتوب ہوئے اور جلسہ بر خاست ہو گیا۔

حضرت مسیح موعودؑ اس روحانی مقابلے کے چند روز بعد وزیر الدولہ سید محمد حسن خان صاحب وزیر اعظم پٹیالہ کی درخواست پر جون ۱۸۸۸ء میں پٹیالہ تشریف لے گئے۔ خلیفہ صاحب موصوف حضرت اقدس کے خاص عقیدت مندوں میں سے تھے۔ حضرت اقدس کے سفر پٹیالہ کے ایمان افروز حالات جناب مرتضیٰ خان حسن صاحب نے اخبار پیغام صلح ۲۶ رمئی ۱۹۵۴ء میں شائع کئے تھے۔ جتنے دن آپ پٹیالہ میں مقیم رہے زائرین کا تانتا بندھا رہا۔

۱۸۸۹ء ماموریت کا آٹھواں سال: مخلصین کے قلوب میں برسوں سے یہ تحریک جاری تھی کہ حضرت اقدس بیعت لیں۔ مگر اقدس ہمیشہ یہی جواب دیتے تھے میں مامور نہیں ہوں۔ البتہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا تو آپ نے یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ سے بیعت کا اعلان فرما دیا۔ جب حضرت مصلح موعود ۱۲ رجنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوئے تو حضرت مسیح موعودؑ نے ایک اشتہار تحریر فرمایا اور اس میں بیعت کی وہ دس شرائط تجویز فرمائیں جو جماعت میں داخلہ کیلئے بنیادی حیثیت رکھتی ہیں اس اشتہار کے بعد حضرت اقدس قادیان سے لدھیانہ تشریف لے گئے اور حضرت صوفی احمد جان صاحب کے مکان واقع محلّہ جدید میں فروکش ہوئے۔ یہاں سے آپ نے ۴ مارچ ۱۸۸۹ء کو ایک اور اشتہار میں بیعت کی اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی۔ اس اشتہار میں آپ نے ہدایت فرمائی کہ بیعت کرنے والے احباب ۲۰ مارچ کے بعد لدھیانہ پہنچ جائیں۔ حضرت اقدس کے اشتہار پر جموں، خوست، بھیرہ، سیالکوٹ، گورداسپور، گوجرانوالہ، جالندھر، پٹیالہ، مالیرکوٹلہ، انبالہ، کپورتھلہ اور میرٹھ وغیرہ اضلاع سے متعدد مخلصین لدھیانہ پہنچ گئے۔

بیعت اولیٰ کا آغاز لدھیانہ میں حضرت منشی عبداللہ سنوری کی روایات کے مطابق ۲۳ رمارچ ۱۸۸۹ء کو حضرت صوفی احمد جان کے مکان واقع محلّہ جدید میں ہوا۔ وہیں بیعت کے تاریخی ریکارڈ کیلئے ایک رجسٹر تیار ہوا۔ جس کی پیشانی پر یہ لکھا گیا "بیعت توبہ برائے حصول تقویٰ وطہارت"۔ حضرت اقدس بیعت لینے کے لئے مکان کی ایک کچی کوٹھری میں (جو بعد میں دار البیعت کے مقدس نام سے موسوم ہوئی) بیٹھ گئے اور دروازے پر حافظ حامد علی صاحب کو مقرر کر دیا اور انہیں ہدایت دی کہ جسے میں کہتا جاؤں اسے کمرہ میں بلاتے جاؤ۔ چنانچہ آپ نے سب سے پہلے حضرت مولانا نورالدین کو بلوایا۔ حضرت اقدس نے مولانا کا ہاتھ کلائی پر سے زور کے ساتھ پکڑا اور بڑی لمبی بیعت لی۔ حضرت مولانا

نورالدین کے بعد میر عباس علی صاحب -شیخ محمد حسین صاحب خوشنویس مرادآبادی ،مولوی عبداللہ صاحب سنوری اور پانچویں نمبر پر مولوی عبداللہ صاحب نے بیعت کی-اور پھر حامد علی صاحب سے کہہ دیا کہ خود ہی ایک ایک آدمی کو بھیجتے جاؤ مردوں کی بیعت کے بعد حضرت اقدس گھر میں آئے تو بعض عورتوں نے بھی بیعت کی-سب سے پہلے حضرت مولانا نورالدین صاحب کی اہلیہ حضرت صغریٰ بیگم نے بیعت کی-حضرت اماں جان ابتداء ہی سے اپنے آپ کو بیعت میں سمجھتی تھیں-اس لئے آپ نے الگ بیعت کی ضرورت نہیں سمجھی-

حضرت اقدس مسیح موعودؑ لدھیانہ میں ۱۸؍اپریل ۱۸۸۹ء تک مقیم رہے اور بیعت کا سلسلہ بدستور جاری رہا-پہلے بیعت اکیلے اکیلے ہوتی رہی پھر خطوط کے ذریعہ سے اور پھر مجمع عام میں-

اوراس طرح پہلے روز جو چالیس افراد پر مشتمل سعید روحوں کا قافلہ تیار ہوا تو آج وہ لاکھوں کروڑوں کی تعداد کو پہنچ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ جماعت دنیا کے کونے کونے میں پہنچ چکی ہے اور خدا کے فضل اور تائیدات کا سلسلہ جاری وساری ہے اور وہ وقت اب دور نہیں کہ جب حضرت اقدس مسیح موعود کی یہ بات بھی پوری ہو کر رہے گی کہ ’’**دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا، میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے-**‘‘ (تذکرۃ الشہادتین ص:۶۴)

......◇◇......

ماہنامہ انصاراللہ

ماہنامہ ’’انصاراللہ سے متعلق حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد ایم-اے......کی رائے:-

’’یہ رسالہ خدا کے فضل سے بڑی قابلیت کے ساتھ لکھا اور ترتیب دیا جاتا ہے اور اس کے اکثر مضامین بہت دلچسپ اور دماغ میں جلاء پیدا کرنے اور روح کو روشنی عطا کرنے میں بڑا اثر رکھتے ہیں-پس انصاراللہ کو چاہئیے کہ اس رسالہ کو ہر جہت سے ترقی دینے کی کوشش کریں-اس کی اشاعت کا حلقہ وسیع کریں اور اس کے لئے مختلف علمی موضوع پر اچھے اچھے مضامین لکھ کر بھجوائیں تا کہ اس کی افادیت میں ترقی ہو اور جماعت میں اس کے متعلق دلچسپی بڑھتی چلی جائے‘‘ (بحوالہ انصاراللہ نومبر ۱۹۶۲ء)

(مرسلہ: مینیجر ماہنامہ انصاراللہ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی آخری باتیں

اخبار الحکم کا ایک خاص نمبر جو کہ مئی ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا، حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب کا مضمون درج بالا عنوان کے تحت شائع ہوا اس کا خلاصہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے

☆ **قادیان میں آخری وحی** حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۲۶/اپریل ۱۹۰۸ء کو لاہور تشریف لے گئے اسی روز بوقت چار بجے صبح آپ پر یہ وحی ہوئی جو آپ کی وفات پر دلالت کرتی تھی۔ ''مباش ایمن از بازئی روزگار''
اسکے بعد میں کوئی موقعہ نہ ملا کہ (قادیان میں) آپ پر اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہو۔ اسلئے قادیان میں یہ آخری وحی تھی۔

☆ **سب سے آخری وحی**: لاہور میں آپ پر اللہ تعالیٰ نے سب سے آخری کلام جو نازل فرمایا وہ ۱۷/مئی ۱۹۰۸ء کو ان الفاظ میں ہوا ''اِنّی مَعَ الرَّسُوْلِ أَقُوْم''

☆ **آخری نظم**: جو حضورؑ کی خدمت اقدس میں پڑھی گئی: وہ ۱۶/مئی ۱۹۰۸ء کو پڑھی گئی جو کہ ڈاکٹر احمد حسین صاحب لائلپوری کی تھی اس کے بعد کوئی نظم آپ ک حضور نہیں سنائی گئی۔ اس نظم کے دو شعر یہ ہیں:

یاربی قادیاں میں میرا مزار ہووے ۔۔۔ اور میرا ذرہ ذرہ اس پر نثار ہووے
آیا ہے تو مسیحا چودہ صدی کے سر پر ۔۔۔ آمد پہ کیوں نہ تیرے فصل و بہار ہووے

☆ **آخری تحریر**: ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کی شام کو پیغام صلح کا مضمون ختم کیا جو کہ آخری تحریر کہا جا سکتا ہے، البتہ آخری لمحات میں قلم دوات منگوا کر کچھ لکھنا چاہا اور کچھ لکھا بھی لیکن افسوس وہ پڑھا نہیں جا سکا۔

☆ **اندرون خانہ آخری تقریر**: ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کو بعد نماز عصر چند ہندو مستورات آئیں کہ ہم مہاراج کے درشن کے واسطے آئے ہیں حضورؑ کی خدمت میں اطلاع کی گئی چنانچہ آپنے نہایت لطف و مہربانی سے ان کو اجازت دی اور وہ گھر میں حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور حضورؑ نے ان کو وعظ بھی فرمایا جو کہ الحکم ۶/جون ۱۹۰۸ء ملفوظات جلد پنجم میں درج ہے:

☆ **آخری تقریر**: وفات سے قریباً بیس گھنٹے قبل ۲۵ مئی کو بوقت ظہر آپ نے فرمائی جس میں نبوت کی حقیقت اور مجدد کی ضرورت بیان فرمائی

☆ **آخری مکتوب**: اخبار عام کے لئے یہ باعثِ فخر رہے گا حضرت اقدس آخری وقت تک اس کے خریدار رہے اور یہ

شرف بھی اس اخبار کو ملا کہ حضورؑ کا آخری خط بھی اسی اخبار میں شائع ہوا۔اس خط میں آپ نے بڑی وضاحت سے اپنے دعوی نبوت کی بابت روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ ’’میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کرسکتا ہوں میں اس پر قائم ہوں اسوقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں....‘‘۔

☆ **آخری نماز** جو آپ نے ادا کی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کی صبح جب فجر کی نماز کی اذان کان میں پڑی تو پوچھا کہ ’’کیا صبح ہوئی؟‘‘ جواب ملنے پر نماز فجر کی نیت باندھی اور نماز ادا کی۔

☆ آخری الفاظ: وہ الفاظ جن پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے مولا کے حضور حاضر ہوگئے یہ تھے ’’اے میرے پیارے! اے میرے پیارے!!! اے میرے پیارے اللہ اے میرے پیارے اللہ‘‘۔

(ماخذ الحکم ۲۱ رمئی ۱۹۳۴ء جلد ۳۷ نمبر ۱۸-۱۹ صفحہ ۱۱)

رئیس المفسرین ، امام اللغة و الأدب

حضرت امام راغب اصفہانی

مکرم خواجہ ایاز احمد صاحب

حضرت امام راغبؒ کا نام حسین بن محمد بن مفضّل اور کنیت ابو قاسم ہے جبکہ لازوال شہرت امام راغب اصفہانی کے نام سے حاصل کی۔ بعض تذکرہ نویس آپ کے والد اور دادا کے نام کی ترتیب میں اختلاف کرتے ہیں مگر آپ نے خود اپنی شہرہ آفاق کتاب ''المفردات فی غریب القرآن'' کے مقدمہ میں اپنا یہی مذکورہ بالا نام لکھا ہے۔

آپ نے اپنی زندگی کے آخری سالوں اور وفات کے بعد عظیم الشان شہرت پائی جو آپ کی ہمہ گیر اور کثیر المنافع کتب کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ یہ کتب آپ کی تبحر علمی، وسعتِ نظر، تعصّب سے مبرّا عالی حوصلگی اور تمام اسلامی و علمی موضوعات سے گہری واقفیت پر دلالت کرتی ہیں۔ اس کے باوجود آپ کی ولادت، مقام ولادت اور ابتدائی تعلیم و تربیت کے متعلق کوئی معین بات کتبِ تاریخ وسوانح میں نہیں ملتی۔ بلکہ حد تو یہ ہے کہ کئی کتب طبقات میں آپ کا ذکر تک نہیں ملتا۔

اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ چونکہ آپ نے حاکموں کے دربار اور درباریوں سے اپنا تعلق نہ رکھا اسلئے آپ کے ابتدائی حالات مشہور اور محفوظ نہ ہوئے۔

آپکی نسبت اصفہان شہر کی طرف ہے جو علماء کا مرکز تھا اور بہت سے ائمہ حدیث و تاریخ اور ہر فن کے بڑے قابل قدر علماء اس علاقہ میں پیدا ہوئے یا یہاں سکونت اختیار کی اسلئے قیاس ہے کہ آپ نے اسی شہر اصفہان میں تعلیم و تربیت پائی ہوگی۔ آپ کے متعلق یہ تو ذکر ملتا ہے کہ آپ نے کثیر تعداد میں مختلف علوم و موضوعات پر تصنیف فرمائیں لیکن بدقسمتی سے ہم تک ان میں سے مندرجہ ذیل صرف چار کتب طبع ہو کر پہنچی ہیں۔

(۱) المفردات فی غریب القرآن (۲) الذریعة الی مکارم الشریعة (تصوف)
(۳) تفصیل النشأتین و تحصیل السعادتین (اخلاقیات) (۴) محاضرات الأدباء ومحاورات الشعراء والبلغاء (ادب عربی)

اسکے علاوہ ایک تفسیر القرآن ''تحقیق البیان فی تاویل القرآن'' صرف المنجد فی الأعلام میں زیر عنوان ''الراغب الاصفہانی'' لکھا ہے۔ ''اصل میں اصفہان سے تعلق رکھتے ہیں اور اقامت بغداد میں اختیار کی۔'' کے نام سے لکھی (بعض نے اس کا نام ''جامع التفاسیر'' لکھا ہے) جسکے متعلق ذکر ملتا ہے کہ آپ اسے مکمل نہ کر سکے۔ علامہ عبداللہ بن عمر البیضاوی (متوفی ۶۸۵ھ) نے اس کا اکثر حصہ اپنی تفسیر ''انوار التنزیل وأسرار التاویل'' میں شامل کرلیا۔ ویسے یہ کتاب بھی آپکی

بہت سی دیگر کتب کی طرح مفقود ہے۔(علامہ بیضاوی بھی اصفہان کے قریب البیضاء مقام پر پیدا ہوئے)۔اس تفسیر کا مقدمہ محفوظ ہے جو تیس فصول پر مشتمل درمیانی تقطیع کے تینتیس صفحات کا ہے۔اور دیگر اداروں کے علاوہ اصح المطابعہ آرام باغ۔کراچی نے بھی اسے زیور طباعت سے ۱۹۶۱ء میں آراستہ کیا۔یہ مقدمہ اگرچہ مختصر ہے مگر آپ کی دیگر کتب کی مانند نہایت اعلیٰ علمی منافع پر مشتمل ہے۔

آپ اہل سنت کے عظیم علماء میں سے اور شافعی المسلک تھے۔(کنوز الأجداد از: محمد کرد علی ص ۲۶۸) لیکن تنگ نظر اور متعصب ہرگز نہ تھے۔کسی مسئلہ پر مختلف علماء کے اقوال بیان کر کے ان پر بحث کرتے ہیں اور پھر ان میں صحیح قول کو قبول کرتے ہیں۔آپ کی ایک عظیم صفت یہ ہے کہ ''منقول'' کو ہمیشہ ''معقول'' کے ساتھ ساتھ رکھتے ہیں۔اس وجہ سے بعض علماء آپ کو''معتزلی'' سمجھ بیٹھے۔

اس طرح ایک عاشقِ رسولؐ ہونے کے ناطے آپ اہل بیت سے بڑی محبت رکھتے ہیں اور اپنی کتب میں اسکا اظہار بھی کرتے ہیں جس کی وجہ سے بعض لوگ کو شیعہ بھی قرار دیتے رہے ہیں۔

آپ ایک عظیم مفسر ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث،کلام،اخلاق،حکمت (فلسفہ)،شعر،لغتِ عرب،کتابت اور سابقہ علماء کے علوم سے گہری واقفیت رکھنے والے تھے۔آپ کی کتب نے عوام وخواص میں بڑی قدر پائی۔حتی کہ امام غزالیؒ جیسا عظیم شخص آپ کی تصوف کے مضمون پر مبنی کتاب ''الذریعۃ الی مکارم الشریعۃ'' ہمیشہ اپنے پاس رکھا کرتے تھے۔
(روضات الجنات از: محمد باقر الخوافساری۔جلد نمبر ۳ ص ۱۹۷)

علامہ کرد علی آپ کا تعارف کراتے ہیں لکھتے ہیں:

''آپ اس پہلو سے ایک امتیازی شان رکھتے ہیں کہ عقل آپ کی تحریروں سے خوب چمکتے ہوئے جھلکتی ہے۔اور آپ تمام علماء پر اس لحاظ سے فوقیت رکھتے ہیں کہ آیاتِ قرآنیہ سے نہایت عہدہ استنباط کرتے ہیں اور پھر اس ماحصل کو عین موقعہ پر ایسی عمدگی سے دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ آپ کے بیان کو ثابت کر دیتی ہے۔آپ حکمت یعنی علم عقل کو شرعی احکام کے ساتھ مطابقت دینے اور اپنی کتب کو فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ نہایت سہل اور نفع مند طور پر ترتیب دینے میں اپنا نظیر نہیں رکھتے۔'' (کنوز الأجداد ص ۲۶۹)

پھر وہ آپ کی کتب کا خوبصورت جامع تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کیا وحی قرآن کے اسرار سے واقفیت حاصل کرنے کی خواہش رکھنے والا آپ کی کتاب ''المفردات فی غریب القرآن'' سے مستغنی ہو سکتا ہے؟ کیا وہ شخص جو شریعت کے احکام اور مکارم سے یکجائی طور پر علمی و عملی لحاظ سے آگاہ ہونے چاہیے وہ آپ کی کتاب ''الذریعۃ الی مکارم الشریعۃ'' سے استفادہ کئے بغیر رہ سکتا ہے؟ کیا جس شخص نے آپ کی کتاب''

محاضرات الادباء'' کا بار بار گہرا مطالعہ نہیں کیا اس کا اس کا ادب عربی کا علم مکمل ہو سکتا ہے؟ اور کیا اخلاقیات کا طالبعلم آپ کی کتاب ''تفصیل النشأ تین'' کے مطالعہ کے بغیر کچھ پا سکتا ہے؟'' (حوالہ مذکور)

حضرت علامہ راغبؒ اپنی کتاب ''المفردات فی غریب القرآن'' کے مقدمہ میں کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''علوم القرآن کو حاصل کرنے کیلئے جس چیز کی سب سے پہلے ضرورت پڑتی ہے وہ قرآن کے الفاظ و مفردات کا علم ہے- اور قرآنی مفردات کے معانی کی تحصیل ویسی ہی پہلی اور بنیادی ضروری چیز ہے جیسے ایک عمارت بنوانے والے کیلئے سب سے پہلے اینٹوں کو حصول لازمی ہے- قرآن مجید نے لغتِ عرب کے ذخیرہ میں سے جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ لغتِ عرب کا بہترین نچوڑ ہونے کے ساتھ ساتھ اسکا سب سے اعلیٰ جز و اور مغز ہیں- اور بقیہ وہ عربی الفاظ جو قرآن میں استعمال نہیں ہوئے وہ مستعمل الفاظ کیلئے خادم اور تفصیل کا حکم رکھتے ہیں یا جیسے ایک نہایت خوشنما اور خوش ذائقہ پھل کے اوپر چھلکا ہو یا اس کے اندر بیج ہوں-'' (مقدمہ مفردات راغب ص۲)

پھر آپ لکھتے ہیں:

''اس کتاب (مفردات) کی تکمیل کے بعد اگر اللہ چاہا اور میری عمر نے مہلت دی تو ایک ایسی کتاب تیار کروں گا جو مترادفاتِ قرآن (قرآن مجید کے ہم معنی الفاظ) کی تحقیق پر مبنی ہوگی- اس میں میں ان بظاہر ہم معنی الفاظ میں فرق بیان کروں گا-'' (حوالہ مذکور)

(اللہ بہتر جانتا ہے کہ آپ نے یہ کتاب تصنیف فرمائی یا نہیں لیکن ہم تک اس کا تذکرہ بھی نہیں پہنچا) آپ کی کتاب تفصیل النشأ تین و تحصیل السعادتین تینتیس ابواب پر مشتمل ہے اور اسے چھوٹی تقطیع کے ایک سو پانچ صفحات پر ناشر مطفیٰ آفندی نے مصر سے شائع کیا- پہلے باب کا عنوان ''معرفۃ الانسان نفسہ'' ہے اور آخری باب کا عنوان'' فضیلۃ الانسان اذا شرف علی الملائکۃ'' ہے- آپ کی کتاب ''محاضرات الادباء'' دو اجزاء میں پچیس ابواب پر مشتمل ہے اور بڑی تقطیع کے ۶۷۵ صفحات پر مشتمل ہے-

پہلے باب کا عنوان ''فی العقل و العلم والجھل و ما یتعلق بھا'' ہے اور آخری باب ''فی فنون مختلفۃ'' کے عنوان سے ہے- یہ کتاب المطبعۃ العامرۃ الشرفیۃ- مصر نے ۱۳۲۶ھ میں شائع کی تھی- آپ کی ان تمام کتب کی ایک مشترک عظمت یہ ہے کہ ان تمام کا آغاز الحمد للہ کے الفاظ سے ہوتا ہے-

آپ کی کتاب مفردات نے ائمہ جماعت احمدیہ سے خوب دادِ تحسین پائی ہے-

حضرت خلیفۃ المسیح الاول نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

''مفردات راغب عربی کی مستند لغتِ قرآن (ہے)-'' (حقائق الفرقان جلد نمبر۲ ص۲۵۹)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہ نے اپنی تفسیر، تفسیر کبیر میں جا بجا مفردات راغب سے حل لغت کے حوالے دے کر اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی توضیح فرمائی ہے اور آپ کی لطافتِ بیان اور فہم قرآن کی بڑی تعریف فرمائی ہے۔ مثلاً ''وحی'' کے عربی لغت میں متعدد معانی ہیں۔ قرآن مجید میں ان میں سے کون کون سے معانی مراد ہیں، اس سلسلہ میں آپ نے آیت وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ ------ (الانعام:۹۴) سے نہایت عمدہ استنباط فرمایا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہ آپ کی اس بحث کو درج کر کے فرماتے ہیں:

''یہ ایک نہایت ہی لطیف بات ہے جو مفردات والوں نے بیان کی ہے۔'' (تفسیر کبیر جلد ۹ ص ۴۳۳)

اس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے بالخصوص اپنے دروسِ قرآن رمضان المبارک میں قرآنی الفاظ کی لغت کے لئے مفردات پر بہت اعتماد فرمایا اور متعدد مرتبہ آپ کا ذکر بڑی محبت مدح کے ساتھ فرمایا مثلاً ایک موقعہ پر فرمایا:

''حضرت امام راغبؒ کی کتاب ''مفردات راغب'' ہے۔ جو سند ہیں اس پہلو سے کہ ان سے بہتر لفظوں کی کُنہ تک پہنچنے والا کوئی اور مفسّر میں نے نہیں دیکھا۔'' (درس القرآن ۲ رمضان ۲۱/ دسمبر ۱۹۹۹ء)

ایک موقعہ پر فرمایا:

''حضرت امام راغبؒ بہرحال قرآن فہمی کے لحاظ سے اور عربی الفاظ کے فہم کے لحاظ سے سب پر بالا ہیں۔ ماشاءاللہ۔'' (درس القرآن یکم رمضان ۲۲/ جنوری ۱۹۹۶ء)

ایک اور موقعہ پر نہایت شاندار خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا:

''حضرت امام راغبؒ کا دماغ اتنا روشن اور پاکیزہ ہے کہ شاذ کے طور پر انہوں نے کبھی کوئی غلطی کی ہوگی۔ ورنہ قرآن کریم کے الفاظ کے بیان میں انتہائی احتیاط سے کام لیتے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ قرآنی الفاظ کے قرآنی آیات کے ذریعہ معانی کرتے ہیں۔ کسی لغت کی اور ضرورت نہیں۔ پس قرآنی لغت کیا ہے؟ یہ سیکھنا ہو تو حضرت امام راغبؒ سے سیکھیں۔ ہر لفظ کے قرآنی آیات کے سہارے سے معنی کرتے ہیں اس میں غلطی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

(درس القرآن ۲ رمضان یکم جنوری ۱۹۹۸ء)

قرآن مجید کا یہ عظیم خادم عظیم الشان خدمات سرانجام دینے کے بعد ۵۰۲ھ بمطابق ۱۱۰۸ء میں اس دارفانی سے کوچ کر گیا۔ آپ کے مقام ولادت کی طرح آپ کے مقامِ وفات کا ذکر بھی نہیں ملتا۔

مت سہل ہمیں جانو، پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردہ سے انسان نکلتا ہے

رپورٹ آل ربوہ بیڈمنٹن وٹیبل ٹینس ٹورنامنٹ

از: سید طاہر محمد ماجد صاحب

چوتھا آل ربوہ بیڈمنٹن ٹیبل ٹینس ٹورنامنٹ مورخہ ۱۷دسمبر ۲۰۰۴ء کو شام ۴ بجے شروع ہوا تھا افتتاحی تقریب کے مہمان خصوصی مکرم چوہدری نصیر احمد صاحب زعیم اعلیٰ ربوہ تھے دعا مکرم راجہ نصیر احمد صاحب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ نے کروائی۔ دعا کے بعد پروگرام کے مطابق میچز کا آغاز ہوا۔

خاکسار مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کا بے حد ممنون ہے کہ انہوں نے نہ تین دن کے لئے ہال استعمال کرنے کی اجازت دی۔ بلکہ دیگر جملہ امور میں بھی ہمارے ساتھ خصوصی تعاون فرمایا۔ خاکسار مکرم محترم رانا احمد خاں صاحب سیکرٹری ایوان محمود سپورٹس کلب کا بھی شکر گزار ہے کہ ان کے تعاون سے ہمیں ٹورنامنٹ کروانے میں بے حد سہولت حاصل رہی۔

اختتامی تقریب کے مہمان خصوصی مکرم عبدالباسط صاحب امیر و مشنری انچارج انڈونیشیا تھے جو کہ مولانا عبدالواحد سماٹری صاحب جامعہ احمدیہ ربوہ کے فارغ التحصیل تھے۔

محترم امیر صاحب کو یہ اعزاز بھی حاصل رہا کہ آپ جب تک جامعہ احمدیہ میں رہے بیڈمنٹن اور ٹیبل ٹینس کے چمپئین شپ ان کے پاس رہی۔ پاکستان بھر میں بیڈمنٹن کے چمپئین ہونے کا اعزاز بھی انہیں حاصل رہا۔ مہمان خصوصی نے کھلاڑیوں میں انعامات تقسیم فرمائے اور خطاب فرمایا۔

بیڈمنٹن صف اول سنگل: اوّل...... مکرم سمیع اللہ زاہد، دوم...... مکرم مقصود احمد اٹھوال، سوئم...... مکرم لطیف احمد بٹ

بیڈمنٹن صف اول دوئم: اوّل...... مکرم سمیع اللہ زاہد، مکرم محمد محمود اقبال۔ دوئم...... مکرم مقصود احمد اٹھوال، مکرم محمد احمد ضیاء
سوئم...... مکرم قریشی مبارک احمد، مکرم لطیف احمد بٹ

بیڈمنٹن صف دوم سنگل: اوّل...... مکرم رانا خالد محمود، دوئم...... عبدالحلیم سحر، سوئم...... محمد اصغر

بیڈمنٹن صف دوم ڈبل: اوّل مکرم عبدالحلیم سحر، مکرم رانا خالد محمود۔ دوم...... مکرم مسعود احمد طاہر، مکرم انعام اللہ،
سوئم...... رضی اللہ بٹ، مکرم محمد اصغر

ٹیبل ٹینس صف اوّل سنگل: اول...... سمیع اللہ زاہد، دوم...... مکرم پروفیسر مبارک احمد طاہر

ٹیبل ٹینس صف اوّل ڈبل: اوّل...... مکرم سمیع اللہ زاہد، مکرم مقصود اٹھوال۔ دوم...... مکرم مقصود احمد اٹھوال، مکرم محمد احمد ضیاء

ٹیبل ٹینس صف دوم سنگل: اوّل......ضیاء اللہ مبشر، دوم......خواجہ ایاز احمد، سوئم......خالد محمود دارالعلوم غربی ثناء

ٹیبل ٹینس صف ڈبل: اوّل......مکرم ضیاء اللہ مبشر، مکرم خواجہ ایاز احمد، دوم......مکرم عبدالرشید طاہر، مکرم خالد محمود

سوئم......سید خلیل احمد، سید طاہر محمود

مہمان: عبدالباسط ابراہیم مہمان ٹیم

نصاب مرکزی امتحانات ۲۰۰۵ء

قیادت تعلیم مجلس انصار اللہ پاکستان

نصاب سہ ماہی اول (جنوری تا مارچ ۲۰۰۵ء)

۱-ترجمہ قرآن کریم پارہ نمبرا نصف اوّل

۲-کتاب ''ایام الصلح'' از حضرت مسیح موعود علیہ السلام نصف اوّل

۳-کتاب ''سیرت النبیؐ'' از حضرت مصلح موعود نصف اوّل

نصاب سہ ماہی دوم (اپریل تا جون ۲۰۰۵ء)

۱-ترجمہ قرآن کریم پارہ نمبرا نصف آخر

۲-کتاب ''ایام الصلح'' از حضرت مسیح موعود علیہ السلام نصف آخر

۳-کتاب ''سیرت النبیؐ'' از حضرت مصلح موعود نصف آخر

حضرت خالد بن زیدؓ (ابوایوب انصاری)

سید عطاء الواحد رضوی

غزوہ خیبر کے بعد آنحضرت ﷺ کی شادی حضرت صفیہؓ سے ہوئی تو پہلی رات خیمہ کے باہر ایک صحابی تلوار لئے ساری رات خیمہ کا چکر لگاتے ہوئے پہرہ دیتے رہے، صبح ہوئی، آنحضور ﷺ باہر نکلے تو پوچھا کہ خیر تو ہے؟ کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگے یا رسول اللہ! میرے دل میں اس عورت کی بابت خوف پیدا ہوا کہ اس کا باپ، اس کا خاوند اور اسکے قبیلہ کے افراد قتل ہوئے ہیں اور خود نیا نیا اسلام قبول کیا ہے تو مجھے ڈر پیدا ہوا کہ کہیں آپکو کوئی نقصان نہ پہنچادے اس لئے میں پہرہ دینے کے لئے چلا آیا، آنحضور ﷺ نے اپنے اس جانثار صحابی کے جذبات کو دیکھا تو خوش ہو کر دعا دی کہ اے میرے خدا! جس طرح آج رات پہرہ دیتے ہوئے اس نے میری حفاظت کی ہے تو بھی اسکی حفاظت فرمانا

(سیرت ابن هشام ،بناء الرسول بصفية وحراسة ابی ایوب للقبة)

یہ جانثار اور فدائی صحابی حضرت ابوایوب خالد بن زید تھے جو کہ ابوایوب انصاری کے نام سے معروف ہیں۔

آپؓ کا نامؓ خالد تھا اور نسب اس طرح تھا خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبد بن عوف بن غنم بن مالک بن النجار آپؓ کی کنیت ابوایوب تھی۔ (اسد الغابۃ جلد ۱ صفحہ ۶۵۱)

قبول اسلام: حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی ان منتخب بزرگان مدینہ میں سے ہیں جنھوں نے عقبہ کی گھاٹی میں جا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر اسلام کی بیعت کی تھی [جو بیعت عقبہ کے نام سے معروف ہے]۔ مدینہ واپس جا کر انہوں نے اپنے اہل وعیال کو بھی تبلیغ کی اور اپنی زوجہ کو اسلام کے دائرے میں داخل کرنیکی توفیق پائی۔ (سیر الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۴)

رسول کریم ﷺ کی میزبانی کا شرف: الٰہی منشاء کے مطابق جب رسول کریم ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور مدینہ میں داخل ہوئے تو مدینہ کے رہنے والوں نے آپؐ کا پرخلوص استقبال کیا اور ہر قبیلہ والا یہ کہتا کہ حضور ہمارا گھر قریب ہے آپ ہمیں یہ شرف عطا فرمائیں لیکن رسول کریم ﷺ نے فرمایا خلوا سبیلها فانها مأمورة "کہ میری اس اونٹنی کو چھوڑ دو جہاں اس کو حکم ہوگا بیٹھ جائے گی۔"

راستے میں بنوسالم بن عوف، بنی بیاضۃ، بنی ساعدۃ، بنی عدی (جو رسول کریم ﷺ کے ننھیال میں سے تھے) بنی النجار کے قبیلوں کے سامنے سے رسول کریم ﷺ کی سواری گزری اور ان سب نے حضور سے میزبانی کی خواہش کا اظہار کیا لیکن رسول کریم ﷺ ہر دفعہ یہی جواب فرماتے: **خلوا سبیلھا فانّھا مأ مورۃ**
آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری بنی مالک بن النجار کے قبیلے کے گھروں کے پاس رُک گئی۔ پھر قرعہ اندازی ہوئی اور قرعہ اندازی میں حضرت خالد بن زیدؓ یعنی ابوایوب انصاریؓ کا نام نکلا اور اس طرح آپ کو رسول کریم ﷺ کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ (اسد الغابۃ جز ا صفحہ ۶۵۲، الاصابۃ ۲ صفحہ ۲۰۰)

آنحضرت ﷺ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر میں تقریباً ۶ مہینے تک فروکش رہے اس عرصے میں حضرت ابوایوبؓ نے نہایت عقیدت مندانہ جوش کیساتھ آپ کی میزبانی کی۔ ان کے مکان کے اوپر نیچے دو حصے تھے۔ انہوں نے اوپر کا حصہ آنحضرت ﷺ کیلئے مخصوص کیا لیکن آپ نے اپنی اور زائرین کی آسانی کی خاطر نیچے کا حصہ پسند فرمایا۔ ایک دفعہ اتفاق سے کوٹھے پر پانی کا جو گھڑا تھا وہ ٹوٹ گیا چھت معمولی تھی ڈر تھا کہ پانی نیچے ٹپکے اور آنحضرت ﷺ کو تکلیف ہو، گھر میں میاں بیوی کے اوڑھنے کیلئے صرف ایک ہی لحاف تھا۔ دونوں نے لحاف پانی پر ڈال دیا کہ پانی خشک ہو کر رہ جائے اور حضور ﷺ کو کوئی تکلیف نہ ہو۔
(سیر الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۶)

رسول کریم ﷺ جب تک ان کے پاس رہے آپؓ خود رسول کریم ﷺ کے واسطے کھانا لے کر جاتے یا اور کوئی انصار۔ رسول کریم ﷺ تناول فرمالینے کے بعد کھانا حضرت ابوایوب الانصاری کے پاس بھیج دیتے۔ آپؓ رسول کریم ﷺ کی انگلیوں کے نشان دیکھ کر وہاں سے وہ متبرک کھانا تناول کرتے۔ ایک دفعہ کھانا واپس آیا تو رسول کریم ﷺ کے انگلیوں کے نشان نہ دیکھ کر آپؓ سمجھ گئے کہ رسول کریم ﷺ نے کھانا تناول نہیں فرمایا۔ آپؓ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضور آج آپ نے کھانا تناول نہیں فرمایا؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ

ہاں! کیونکہ اسمیں لہسن تھا اور میں نے اس کی ناگوار بو کی وجہ سے نہیں کھایا فرشتوں کی ناپسندیدگی کے باعث، ہاں تم لوگ کھا سکتے ہو۔ (الاصابۃ جزء ۲ صفحہ ۶۵۲ سیر الصحابہ جزء ۳ صفحہ ۱۰۶)

مواخات: رسول کریم ﷺ نے اولین داعی یثرب حضرت مصعب بن عمیرؓ کو حضرت ابوایوب الانصاری کا بھائی بنایا۔

غزوات اور عام حالات: حضرت ابوایوب الانصاریؓ آنحضرتﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں دیگر اکابر صحابہؓ کی طرح برابر کے شریک رہے آنحضرتﷺ کے مشہور غزوات میں پہلا غزوہ بدر ہے۔حضرت ابوایوب انصاریؓ اس میں شریک تھے۔بدر کے بعد وہ اُحد،خندق،بیعت رضوان وغیرہ اور دیگر تمام غزوات میں بھی آنحضرتﷺ کے ہم رکاب رہے۔

آنحضرتﷺ کی وفات کے بعد بھی ان کی زندگی کا بیشتر حصّہ جہاد میں صرف ہوا۔حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں جولڑائیاں پیش آئی ان میں سے جنگ خوارج میں وہ شریک تھے اور حضرت علیؓ کی حمایت میں آپ کے ساتھ رہے۔ (سیر الصحابہ جزء۳صفحہ۱۰۷)

حضرت علیؓ کو بھی آپؓ پر بے حد اعتماد تھا۔یہی وجہ تھی کہ جب حضرت علیؓ عراق کی طرف روانہ ہوئے اور کوفہ کو دارالخلافہ قرار دیا تو مدینہ میں حضرت ابوایوب الانصاریؓ کو امیر مقرر فرما کر گئے۔(الاصابۃ جزء۲صفحہ۲۰۰)

صحابہؓ کا آپؓ سے محبت کا سلوک: اس حسن خدمت اور محبت کی یادگار میں جو آپ کو آنحضرتﷺ کی ذات سے تھی تمام اصحابؓ اور اہل بیت آپؓ سے محبت وعظمت کے ساتھ پیش آتے تھے۔حضرت ابن عباسؓ،حضرت علیؓ کی طرف سے بصرہ کے گورنر تھے۔اس زمانے میں آپ حضرت ابن عباسؓ کی ملاقات کو بصرہ تشریف لے گئے ،ابن عباسؓ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ جس طرح آپ نے آنحضرتﷺ کی اقامت کیلئے اپنا گھر خالی کر دیا تھا میں بھی آپ کیلئے اپنا گھر خالی کردوں اور پھر اپنے تمام اہل وعیال کو دوسرے مکان میں منتقل کر دیا اور مکان مع اس تمام سازوسامان کے جو گھر میں موجود تھا آپ کے حوالے کر دیا۔ (سیر الصحابہ جزء۳صفحہ۱۰۸)

اخلاق وخصائل حمیدہ: حضرت ابوایوب الانصاریؓ کے مجموعہ اخلاق میں تین چیزیں سب سے زیادہ نمایاں تھیں۔

۱۔حبِّ رسولﷺ ۲۔جوش ایمان ۳۔حق گوئی

رسول کریمﷺ سے محبت کا ذکر تو آپؓ کی میزبانی اور خدمت کے ضمن میں گزر چکا ہے اور اس سے خوب ظاہر ہوجاتا ہے کہ رسول کریمﷺ کے ساتھ آپ کو ایک محبت اور ادب کا خاص تعلق تھا اسی محبت کا اندازہ اس ایک واقعہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ آنحضرتﷺ جب آپ کے ہاں ٹھہرے اور نچلی منزل میں قیام فرمایا تو حضرت ابوایوب انصاری اپنے افراد خانہ کو لیکر اوپر والی منزل میں چلے گئے تو پہلی رات ساری

رات جاگتے رہے۔ایک طرف لیٹتے تو گمان آتا کہ نیچے حضور سوئے ہوئے ہیں تو کہیں یہ احترام کے خلاف نہ ہو، پھر دوسری طرف چلے جاتے اور پھر وہی عاشقانہ جوش آتا تو وہاں سے تیسرے کونے میں چلے جاتے اور اسطرح ساری رات اس پاس ادب میں جاگ کر گزار دی۔

آنحضرت ﷺ کے تمام صحابہ میں ایک مشترک وصف آپ سے عشق تھا، ہر صحابی ہر گلِ را رنگ وبوئے دیگر است کے مصداق اپنی محبت کا کسی عجیب رنگ میں اظہار کرتا نظر آتا ہے حضرت بلال نے اذان کہنی چھوڑ دی کہ جب میں اشھد ونّ محمداً رسول اللہ کہتا ہوں تو مجھے حضور کا چہرہ مبارک نظر نہیں آتا، ایک دوسرے عاشق صادق ابن عمر ہیں جو کہ یونہی پیشاب کرنے بیٹھ جاتے ہیں کہ مجھے حاجت تو نہ تھی لیکن اس جگہ میں نے حضور ﷺ کو بیٹھے دیکھا تھا، ایک اور عشق کا اظہار اس طرح ہوتا ہے کہ چھوٹا قد ہے لیکن جھک کے گزر رہے ہیں کہ میں نے اپنے محبوب ﷺ کو جھک کر گزرتے ہوئے دیکھا تھا، پھر عشق رسول میں ڈوبے ہوئے یہ عشاق کا گروہ آپ کی وفات پر تو گویا از خود رفتہ ہی ہو گیا تھا، کوئی تلوار لے کر کھڑا ہو جاتا ہے کہ نہ میں خود ماننے کے لئے تیار ہوں کہ آپ وفات پا گئے ہیں اور نہ ہی کسی دوسرے کو یہ الفاظ زبان پر لانے کی اجازت دوں گا، یہ تو حضرت ابوبکرؓ کا ضبط اور فراست تھی کہ آپ ﷺ کے چہرے مبارک کو بوسہ دیتے ہوئے کہا کہ خدا آپ پر دو موتیں وارد نہیں کرے گا اور مسجد نبوی میں آکر خطبہ دیتے ہوئے سورۃ آل عمران 145 کی تلاوت کرتے ہوئے فرمایا کہ سنو! اے گروہ عاشقانِ محمد ﷺ !! کہ محمد ﷺ صرف ایک رسول تھے اور آپ سے پہلے جتنے بھی رسول تھے وہ سب فوت ہو چکے ہیں، اس لئے جو کوئی تو محمد کی پوجا کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد تو فوت ہو گئے اور جو خدائے واحد کی پوجا کرتا تھا اس کو علم ہو کہ وہ خدا ہمیشہ زندہ رہنے والا خدا ہے وہ کبھی مرتا نہیں، یعنی ہمیشہ کی زندگی پانا کسی انسان کے بس میں نہیں، یہ آیت قرآنی جب سنی گئی تو سب کو سمجھ آگئی کہ ہاں یہ تو سچ ہے کہ محمد ﷺ بھی تو رسول تھے، اب جب پہلے کوئی رسول زندہ نہیں رہا تو حضور ﷺ کیسے زندہ رہ سکتے تھے.....البتہ حضور سے عشق کی جولوان کے سینہ میں روشن تھی وقت کی آندھیاں اسے بجھا سکیں نہ مدھم کر سکیں، بسا اوقات تو وہ بے اختیار ہو کر حضور کے روضہ اقدس کی طرف جا نکلتے اور گھنٹوں وہاں بیٹھے رہتے ظاہر ہے کہ آپ کے بعد ان عاشقوں کے لئے روضۂ اقدس کے سوا اور کیا شے سایۂ تسلی ہو سکتی تھی۔ابوایوب الانصاری بھی انہیں میں سے ایک تھے ایک دفعہ آپؓ آنحضرت ﷺ کے روضۂ اقدس کے پاس تشریف رکھتے تھے اور اپنا چہرہ روضہ اقدس سے مس کر رہے تھے۔

اتنے میں مروان مدینہ کا گورنر، وہ آگیا اس کو بظاہر یہ فعل خلاف سنت نظر آیا اور آپ سے اس فعل پر سوال

کیا تو اصل اعتراض کو سمجھ کر آپ نے فرمایا میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔اینٹ اور پتھر کے پاس نہیں آیا۔

جوش ایمان اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی بھی غزوے میں آپؓ پیچھے نہیں رہے بلکہ (۸۰) برس کی عمر میں بھی وہ مصر سے بحر روم کو عبور کر کے قسطنطنیہ کی دیواروں کے نیچے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جہاد میں مصروف تھے۔ (سیر الصحابہ جزء۳ صفحہ ۱۱۱-۱۱۲)

وفات: غزوہ روم کی شرکت کے ارادہ سے دوسری بار مصر تشریف لے گئے تھے۔قسطنطنیہ کے محاذ پر مسلمان تھے۔ اس علاقہ میں عام وبا پھیلی اور مجاہدین کی بڑی تعداد اس کی نذر ہوگئی۔حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی بیمار ہوئے۔ یزید عیادت کیلئے گیا جو لشکر کا سپہ سالار تھا اور پوچھا کہ کوئی وصیت کرنی ہو تو فرمائیے تعمیل کی جائے گی، آپ نے فرمایا تم دشمن کی سرزمین میں جہاں تک جاسکو میرا جنازہ لیجا کر دفن کرنا چنانچہ وفات کے بعد اسکی تعمیل کی گئی تمام فوج نے ہتھیار سج کر رات کو لاش قسطنطنیہ کی دیواروں کے نیچے دفن کی نماز میں جسقدر مسلمان فوجی تھے شامل ہوئے دفن کرنے کے بعد یزید نے مزار کے ساتھ کفار کی بے ادبی کے خوف سے اسکو زمین کے برابر کرادیا۔

(تہذیب التہذیب جزء۲ وسیر الصحابہ جزء۳ صفحہ ۱۰۹)

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدہء عالم دوامِ ما

میں ابوبکرؓ سے کسی میدان میں آگے نہیں بڑھ سکتا!

حضرت عمرؓ بن خطاب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمیں نبی اکرم ﷺ نے صدقہ کا حکم دیا حسن اتفاق سے ان دنوں میرے پاس مال موجود تھا۔ سو میں نے دل میں خیال کیا کہ اگر میں بڑھ سکتا ہوں تو آج میں ابوبکر سے بڑھ جاؤں گا۔ پھر میں اپنا آدھا مال لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپؐ نے استفسار فرمایا کہ اپنے اہل کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو۔ میں نے عرض کی کہ اسی کے برابر مال گھر پر چھوڑا ہے۔ دریں اثناء ابوبکر اپنے پاس موجود گھر کا سارا سامان اٹھا کر لے آئے آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ آپ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا' یارسول اللہ! میں ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: اس پر میں نے کہا کہ میں ابوبکرؓ سے کسی میدان میں آگے نہیں بڑھ سکتا!۔

(ترمذی ابواب المناقب، مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ حدیث:۳۶۸۴)

اعلان علم انعامی مجلس انصاراللہ پاکستان

حضور کی منظوری سے امسال مندرجہ ذیل مجالس علمی انعامی اور پہلی دس مجالس قرار پائی۔

(۱)	مجلس انصاراللہ مغلپورہ لاہور	اوّل اور علم انعامی کی حقدار
(۲)	مجلس انصاراللہ دارالذکر لاہور	دوم
(۳)	مجلس انصاراللہ دارالذکر فیصل آباد	سوم
(۴)	مجلس انصاراللہ دارالنور فیصل آباد	چہارم
(۵)	مجلس انصاراللہ مقامی ربوہ	پنجم
(۶)	مجلس انصاراللہ کریم نگر فیصل آباد	ششم
(۷)	مجلس انصاراللہ ماڈل کالونی کراچی	ہفتم
(۸)	مجلس انصاراللہ شاہدرہ ٹاؤن لاہور	ہشتم
(۹)	مجلس انصاراللہ مارٹن روڈ کراچی	نہم
(۱۰)	مجلس انصاراللہ ڈرگ کالونی کراچی	دہم

نتیجہ امتحان انصاراللہ سہ ماہی چہارم ۲۰۰۴ء

(رپورٹ: قائد تعلیم مجلس انصاراللہ پاکستان)

امتحان سہ ماہی چہارم میں ۷۱۴ مجالس کے ۶۷۹۲ انصار نے شمولیت کی نمایاں پوزیشن درج ذیل اراکین نے حاصل کی۔

اوّل مکرم عبدالمنان محمود شاہکوٹی (نارتھ کراچی)

دوم (۱) مکرم مبارک احمد خان کاٹھگڑی (دارالنصر شرقی ربوہ) (۲) مکرم ملک محمود احمد اعوان (ڈیرہ اسماعیل خان)

سوم (۱) مکرم یعقوب احمد بٹ (ڈرگ کالونی کراچی) (۲) مکرم سید محمد یحییٰ (دارالحمد فیصل آباد)

(۳) مکرم محمود مجیب اصغر (اٹک)

خصوصی گریڈ حاصل کرنے والے انصار

ربوہ: مکرم عبدالمالک، مکرم حبیب اللہ شاد (دارالنصر شرقی) مکرم محمد نسیم (دارالنصر غربی حلقہ اقبال) مکرم رفیع الدین بٹ (دارالنصر وسطی) مکرم محمد رفیق (دارالبرکات) مکرم راجہ محمد فاضل (نصیر آباد حلقہ غالب) مکرم ناصر احمد (ناصر آباد شرقی) مکرم بشیر احمد شاہد (دارالصدر غربی حلقہ قمر) مکرم شاہ محمد حامد گوندل (طاہر آباد جنوبی) مکرم ڈاکٹر چوہدری محمد حامد صاحب (دارالیمن شرقی) مکرم عبدالسمیع خان، مکرم حافظ عارف اللہ، مکرم عبدالمصور (دارالرحمت شرقی الف) مکرم میاں عبدالغفور طور (دارالرحمت شرقی ب) مکرم ڈاکٹر محمد سلیم اختر (دارالرحمت وسطی) مکرم عبدالرشید منگلا (دارالرحمت شرقی حلقہ احد) مکرم منظور احمد (دارالعلوم شرقی حلقہ برکت) مکرم منظور احمد خان (دارالعلوم غربی خلیل) مکرم سیّد مسعود احمد شاہ (دارالعلوم جنوبی بشیر) مکرم محمد ابراہیم شاد (دارالعلوم غربی ثناء) مکرم جاوید احمد جاوید (دارالعلوم شرقی برکت) مکرم سیّد جلید احمد، مکرم محمد محمود اقبال (کوارٹر تحریک جدید)

لاہور: مکرم شیخ محمد اکرام اطہر، مکرم چوہدری حبیب اللہ مظہر (نشاط کالونی) مکرم طاہر محمود، مکرم الیاس احمد اسلم، مکرم نعمت اللہ قریشی (جوہر ٹاؤن) مکرم نصیر احمد قریشی (مغلپورہ) مکرم مجید الرحمٰن (فیصل ٹاؤن) مکرم سلطان احمد بھٹی، مکرم عبدالکریم خالد (بیت التوحید) مکرم محمود احمد قریشی، مکرم ڈاکٹر عبدالشکور میاں (سمن آباد) مکرم پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد افضل (ڈیفنس) مکرم محمد سلیم اختر (سلطان پورہ) مکرم ڈاکٹر محمد صدیق جنجوعہ (شاہدرہ) مکرم محمد اسحٰق چوہدری (بیت التوحید) مکرم ڈاکٹر منصور احمد (ٹاؤن شپ) مکرم بریگیڈیئر عبدالغفور احسان (شمالی چھاؤنی) مکرم راجہ غالب احمد (گلبرگ)

کراچی: مکرم منصور احمد لکھنوی (گلشن اقبال) مکرم مجیب احمد خان، مکرم ملک محمد شفیق، مکرم مبارک احمد ہاشمی، مکرم ذکاء اللہ ڈھڈی، مکرم ڈاکٹر اشفاق احمد، مکرم ریاض احمد شاد، مکرم محمد سرور، مکرم قمر الدین (ڈرگ کالونی) مکرم مجیب احمد ناصر، مکرم عبدالمجید ناصر مکرم چوہدری ناصر احمد گوندل، مکرم طاہر احمد ہاشمی، مکرم خاور ممتاز، مکرم عبدالواسع محمود صدیقی (النور) مکرم سفیر احمد باجوہ، مکرم سلیمان احمد شاہد (گلشن جامی) مکرم ھبۃ اللہ کاہلوں، مکرم ملک محمد صدیق (محمود آباد) مکرم مقصور احمد طاہر (ماڈل کالونی) مکرم خلیل احمد ناصر، مکرم وسیم احمد طارق (گلستان جوہر) مکرم محمد

اسمٰعیل منہاس (کورنگی) مکرم سید محمد داؤد (حلقہ تیموریہ) مکرم عبدالرشید سماٹری (عزیز آباد) مکرم عبدالباری قیوم شاہد (مارٹن روڈ)

فیصل آباد: مکرم محمد اصغر عتیق (دارالحمد مسعود آباد) مکرم ڈاکٹر بشیر حسین، مکرم مظفر حسین، مکرم جلال دین اکبر، مکرم مرزا منظور احمد بیگ، مکرم جلال الدین اکبر (دارالحمد) مکرم نعیم احمد طاہر، مکرم محمد اشرف کاہلوں، مکرم چوہدری احمد دین، مکرم ملک مبشر احمد، مکرم مظفر حسین، مکرم ملک مبشر احمد (دارالذکر)

راولپنڈی: مکرم میجر راشد پرویز، مکرم محبوب احمد خان، مکرم مبارک احمد سیف، مکرم رفیق احمد قریشی، مکرم کیپٹن علم دین مشتاق، مکرم محمد رفیق بٹ، مکرم منصور احمد شمیم کھوکھر، مکرم داؤد احمد نعیم (پشاور روڈ) مکرم گلزار احمد چغتائی (بیت الحمد)

اسلام آباد: مکرم عبدالمنان فیاض، مکرم چوہدری مبارک علی حسنات، مکرم خالد ورک، مکرم چوہدری عبدالواحد ورک (اسلام آباد شرقی) مکرم رفیق احمد سعید، مکرم عبدالباری (اسلام آباد جنوبی) مکرم سعید احمد ریحان (اسلام آباد شمالی) مکرم حمید الحامد حامد (بارہ کہو اسلام آباد) مکرم محمد منظور احمد خاں ایاز (اسلام آباد غربی) مکرم مرزا محمد اقبال (اسلام آباد وسطی)

ملتان: مکرم مرزا نفیس احمد، مکرم رانا محمد ایوب خان، مکرم چوہدری محمد اکبر گوندل (حسن آباد) مکرم محمد لطیف ملک (پاک عرب کھاد فیکٹری) مکرم فضل الرحمٰن ملک (پاک عرب کھاد فیکٹری) مکرم محمد اسلم (کھاد فیکٹری) مکرم اشتیاق احمد (شاہ رکن عالم کالونی) مکرم نعمت علی (حسین آگاہی) مکرم رفیق احمد خان (گلگشت)

گوجرانوالہ: مرزا خالد احمد، علی اکبر، مکرم عبدالرحمٰن عاجز (گل روڈ) مکرم محمد سہیل احمد ضیاء (منڈیالہ وڑائچ) مکرم مبشر احمد (مدرسہ چٹھہ)

گجرات: مکرم بشارت احمد طاہر، مکرم مبشر احمد، مکرم یعقوب احمد، چوہدری محمد شفیع سلیم (کھاریاں) مکرم مسعود احمد لون (چونڈہ) مکرم صدیق اکبر (اسماعیلیہ)

سرگودھا: مکرم عبدالسلام (مراد آباد) مکرم نصیر احمد کاتب (چک ۴۶ شمالی) مکرم چوہدری نصیر احمد وڑائچ (چک ۴۶) مکرم خورشید احمد (خوشاب)

حافظ آباد: مکرم میاں نذر محمد، مکرم ڈاکٹر چوہدری ناصر احمد جاوید

متفرق: مکرم محمد ساجد، مکرم عبدالمجید زاہد (میر پور خاص کنری) مکرم ماسٹر نذیر احمد (۵۸/۳ ٹکڑا ٹوبہ ٹیک سنگھ) مکرم عبدالکریم طاہر (نوشہرہ رسالپور) مکرم رانا نصیر احمد خان (حیدر آباد سندھ) مکرم قدرت اللہ شمس (ٹنڈو الہ یار حیدر آباد) مکرم بشیر احمد زاہد، مکرم افتخار خان (لطیف آباد حیدر آباد) مکرم مقبول احمد چوہدری (بہاول نگر) مکرم منصور احمد (کوئٹہ چھاؤنی) مکرم پروفیسر ثناء اللہ (شیخوپورہ) مکرم خواجہ مبارک احمد (کوٹری ضلع دادو سندھ) مکرم محمد علی گلشن (نوشہرہ) مکرم عبدلرحیم بھٹہ (بورے والا دھاڑی) مکرم نذیر احمد خادم (چک R-7/184 بہاول نگر) مکرم محمد زاہد (ٹھٹہ سندرانہ جھنگ)

آپ کے عہد پر کبھی موت نہیں آنی چاہئے

بانی ''مجلس انصاراللہ'' حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

''میں نے کل اپنی تقریر میں کہا تھا کہ آپ کا نام انصاراللہ ہے۔ یعنی نہ صرف آپ انصار ہیں بلکہ آپ انصاراللہ ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے مددگار۔ اللہ تعالیٰ کو تو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ لیکن اس کی نسبت کی وضاحت سے یہ بتایا گیا ہے کہ آپ ہمیشہ اس عہد پر قائم رہیں گے۔ کیونکہ اللہ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔ اس پر موت نہیں آتی۔ اس لئے آپ کے عہد پر کبھی موت نہیں آنی چاہئے۔ چونکہ موت سے کوئی انسان بچ نہیں سکتا، اس لئے انصاراللہ کے معنی یہ ہوں گے کہ جب تک آپ زندہ رہیں گے، اس عہد پر قائم رہیں گے اور اگر آپ مرگئے تو آپ کی اولاد اس عہد کو قائم رکھے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اس عہد میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ ''میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔'' اور اگر اللہ تعالیٰ ہماری نسلوں کو اس بات کی توفیق دے دے۔ تو پھر کوئی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں یہ توفیق مل جائے کہ ہم عیسائیوں سے بھی زیادہ عرصہ تک خلافت کو قائم رکھ سکیں۔ خلافت کو زیادہ عرصہ تک قائم رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ تنظیم سلسلہ ایسی مضبوط رہے کہ (دعوتِ) احمدیت اور (دعوتِ دین حق) دنیا کے گوشہ گوشہ میں ہوتی رہے جو بغیر خلافت کے نہیں ہوسکتی۔''

(خطاب فرمودہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۶ء بحوالہ سبیل الرشاد جلد اوّل صفحہ ۱۵۳-۱۵۴)

March 2005

Monthly **ANSARULLAH**

Ph: 04524-212982Fax: 04524-214631(C.Nagar Post Code 35460)
e-mail:ansarullah60@yahoo.com

EDITOR : **Sayed Mubashir Ahmad Ayaz** Regd. # MD-FD 34

وصیت کرنے والوں کیلئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی خدا کے حضور دعائیں

"میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اسی کو بہشتی مقبرہ بنا دے اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہو جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کر لیا اور دنیا کی محبت چھوڑ دی اور خدا کے لئے ہو گئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی اور...... وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا۔

اٰمِیْن یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔

پھر میں دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر خدا اس زمین کو میری جماعت میں سے ان پاک دلوں کی قبریں بنا جو فی الواقع تیرے لئے ہو چکے اور دنیا کی اغراض کی ملونی ان کے کاروبار میں نہیں۔

اٰمِیْن یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔

پھر میں تیسری دفعہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر کریم! اے خدائے غفور و رحیم! تو صرف ان لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی اپنے اندر نہیں رکھتے اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجالاتے ہیں۔ اور تیرے لئے اور تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کر چکے ہیں جن سے تو راضی ہے۔ اور جن کو تو جانتا ہے کہ وہ بکلی تیری محبت میں کھوئے گئے۔ اور تیرے فرستادہ سے وفاداری اور پورے ادب اور انشراحی ایمان کے ساتھ محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں۔ اٰمِیْن یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ"۔ (رسالہ الوصیت)